دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار
ماہنامہ
فہمِ دین
حَسْبُنَا اللّٰہُ
لہو ہمارا بھلا نہ دینا
بیت المقدس کے محافظ
چنگاری
PUBLICATIONS

Intellect Cadet College Talagang

ADMISSION OPEN — 2024 —

3rd Entry

For Grade 8 only

- Physical Fitness Test
- Admission Test
- Interview

Registration Deadline
31 December 2023

Intellect Cadet College Talagang, Bypass Road, Naka Kahut, Talagang, Punjab (Motorway M2 Balkasar & Chakwal Exit)

ADMISSION CRITERIA

Education: Grade 7 pass or equivalent
(previous school leaving certificate required)

Age Limit: 12-14 years old by 31 March 2024
(DOB: 31 March 2010 to 31 March 2012)

Syllabus: Till Grade 7 (Federal board) English, Urdu & Math

intellectcadet.edu.pk | ICC-ICCT +92-325-422-4228 | +92-304-111-0268

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

دسمبر 2023

فہم وفکر

مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

احکام میت	سید رشید عطا	10
خاندانی تعلقات کی اہمیت	اُمِ نسیبہ	11
ذہنی دباؤ اور ڈپریشن	حکیم شمیم احمد	13
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	14
مسئلہ فلسطین	مفتی انور شاہ	17
احساس	لائبہ عبد الستار	18
جہادِ فلسطین	عصمت اسامہ	19
موسمِ سرما کی سوغات	حفصہ فیصل	20

خواتینِ اسلام

لوہارا بھلانہ دینا	بنت عامر	22
محنت کا صلہ	نمرہ امین	24
یونیک کا چکر	اُمِ عبد اللہ رمضان	25
چنگاری	اُمِ محمد سلمان	27
رانیہ کیا سمجھی	تنزیلہ احمد	28
آ گئے نا!	شائلہ شکیل	29
چھوٹا منہ بڑی بات	اہلیہ سلیمان	30
چھوٹی سی غلطی	اہلیہ عرفان	30
ترجیحات	اریشہ امجد	31
باہمت فلسطینیو!	بنت مسعود	31
قصور اپنا ہی نکلا	یسریٰ عبد الرحمٰن	32

باغیچہ اطفال

نمبر	اُمِ عبد اللہ	34
اللہ مہربان ہے	مہوش اسد شیخ	35
روبوٹ کا ہنگامہ	عرفان حیدر	36
خیرو بابا کی رضائی	سمیرا انور	37
عظیم جرنیل	بنت تاجور	38
اجنبی بوڑھا	ڈاکٹر الماس روحی	38

بزمِ ادب

میں فلسطین ہوں	ساجدہ بتول	42
کڑا وقت ہے	جوہر عباد	43
گلدستہ	شیخ ابوبکر، عبد الرحمٰن چترالی	44

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	46

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمٰن
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	فیضان الحق شمسی

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے

C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہمِ دین

”دُنیا کو نئے اسلام کی ضرورت ہے۔“

48روز مسلسل غزہ کی پٹی میں اہلِ فلسطین سے پٹنے اور پوری دُنیا کی نظر میں جنگی مجرم بننے کے بعد اسرائیلی وزیرِ اعظم بنیامین نیتن یاہو نے یہ بیان دیا۔

48روزہ جنگ نے اسرائیل کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ عرب ممالک اور فلسطینیوں میں کیا فرق ہے؟

کیا وجہ ہے کہ او آئی سی میں جمع حکمران تو ہمارے سامنے بھیگی بلی بنے جاتے ہیں اور یہ چُنّا مُنّا بے آسرا غزہ شیر بن کر دَہاڑ رہا ہے؟

وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے تو توڑا نہیں جا سکتا، البتہ اسلام میں کچھ ایسی بنیادی تبدیلیاں کر دینی چاہییں، جس کے نتیجے میں تبدیل شدہ اور تحریف شدہ اسلام ہی نئی نسل تک پہنچے اور وہ اسے ہی پورا دینِ اسلام سمجھے، جس کے نتیجے میں اُن کے لیے قومِ یہود کی برتری کو تسلیم کرنا آسان ہو جائے اور پوری دُنیا میں کوئی گروہ ایسا باقی نہ رہے، جو یہودیوں کے غلبے کو چیلنج کرنے والا ہو اور اگر کبھی کہیں کوئی ایسا سر پھرا گروہ وجود میں آ بھی جائے تو پوری دُنیا کے مسلمان اور دیگر اقوام انھی کو دہشت گرد اور پوری دُنیا کے امن کے لیے خطرہ سمجھیں، مگر یہودیوں کو اپنا نجات دہندہ ہی سمجھیں۔

اس مقصد کے لیے وہ قرآن و حدیث میں تو کوئی تبدیلی نہیں کر پائیں گے، مگر مسلم ممالک میں ایسا نصابِ تعلیم درآمد کرنے کی کوشش کریں گے، جس میں جہاد اور اپنے حق کے لیے لڑنے مرنے کی تعلیم نہ دی گئی ہو، جس میں قومِ یہود کو بہت ذہین اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات کو بہت مفید دکھایا گیا ہو، جس میں اسلام کو رجعت پسند اور دینِ اسلام کی بات کرنے والوں کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ دکھایا گیا ہو، جس میں بلب بنانے والا، جہاز اڑانے والا اور مادے کی کسی بھی شکل پر محنت کر کے کوئی چیز ایجاد کرنے والا تو ہیرو دکھایا گیا ہو، مگر خدا، قبر، آخرت، حشر، جنت اور دوزخ کی بات کرنے والے زیرو دکھائے گئے ہوں۔

یہود اور اہلِ مغرب دُنیا کے بہت سے مسلم خطوں میں اس کا کامیاب تجربہ کر چکے ہیں۔ ہر وہ نوجوان جس نے مغربی اداروں میں تعلیم حاصل کی ہو یا اپنے ملکی اداروں میں ہی مغرب کا تیار کردہ نصابِ تعلیم پڑھا ہو اور اس کا زندگی کے کسی بھی موقع پر بچپن، جوانی، اَدھیڑ عمر یا بڑھاپے میں منبر و محراب یا علمائے اسلام سے کوئی تعلق نہ رہا ہو، نہ جمعے کے بیان کا، نہ درسِ قرآن کا اور نہ کہیں اور کسی اصلاحی بیان کا تو ایسے لوگوں کے ذہنوں میں عام طور پر اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے ہیں، بارہ، چودہ یا سولہ سالہ مغربی نصابِ تعلیم کو پڑھ کر اُن کا ذہن ایسا بن چکا ہوتا ہے کہ انھیں واقعی اسلام ترقی کی راہ میں رکاوٹ نظر آنے لگتا ہے، قبر حشر جنت دوزخ انھیں افسانے اور مساجد و مدارس انھیں مولویوں کی دکانیں نظر آنے لگتے ہیں۔

بہت سارے اسلامی ممالک میں مغربی نصابِ تعلیم کا بہترین تجربہ کرنے کے باوجود یہودی اور اسرائیلی وزیرِ اعظم اس پر راضی نہیں ہیں، اس لیے کہ انھیں یہ بات بالکل بھی ہضم نہیں ہو رہی کہ پوری دُنیا کے مسلمان جو مغربی نظامِ تعلیم کے پڑھے ہوئے ہیں، وہ آج یہود کی بجائے غزہ کے لیے آواز اٹھانے والے، اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے والے اور اپنے اسرائیل نواز حکمرانوں کو آنکھیں دکھانے والے کیسے بن گئے؟ سو انھیں لگا کہ اسلام میں اتنی تبدیلی کافی نہیں، بلکہ دُنیا کو اب اسلام کا ایک نیا ایڈیشن دینا چاہیے جس کو پڑھنے کے بعد نام اور لیبل تو چاہے مسلمان ہونے کا باقی رہے، مگر اسلام کے لیے آواز اٹھانے اور اسلام کے نام پر متحد ہونے کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

قارئینِ گرامی! نصابِ تعلیم کتنی طاقت ور چیز ہے، اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیے کہ دو ترک رہ نما ہیں، ایک مصطفیٰ کمال اتاترک اور دوسرے رجب طیب اردگان۔ مصطفیٰ کمال نے مغرب کا نصابِ تعلیم پڑھ رکھا تھا، اس نے اسلامی شان و شوکت کے شہکار ملک کو بے حیائی اور اسلام سے دوری کی انتہائی گہرائیوں میں جا گرایا اور اس کے مقابلے میں رجب طیب اردگان نے ترکی کے امام خطیب اسکول میں اسلامی نصابِ تعلیم پڑھا تھا تو وہ کیسے ملکی تعمیر و ترقی اور امتِ مسلمہ کی خیر خواہی کے لیے رہ نما بن کر اُبھرے۔ اسی طرح آپ عرب ممالک اور فلسطین کو دیکھ لیجیے، ایک جگہ مغربی نصابِ تعلیم کا تجربہ ہوا تو وہ او آئی سی کے اجلاس میں بیٹھ کر مسلم ممالک کے حکمران ہونے کے باوجود غزہ کے حق میں اور اسرائیل کے خلاف آواز نہیں بلند کر سکے اور دوسری طرف چھوٹے سے خطے غزہ کو دیکھ لیجیے، نصابِ تعلیم مغربی نہیں تھا تو کم زور اور بے سہارا ہونے کے باوجود پوری دُنیا کے مسلمانوں کی آواز اور بیت المقدس کے محافظ بن کر اُبھرے۔

قارئینِ گرامی! نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم قوموں کی زندگی میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ مغربی اقوام اور قومِ یہود اس بات کو بہت اچھی طرح سمجھتی ہیں، مگر اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں بھی من حیث القوم اس بات کا احساس ہونا چاہیے، ہمارا اپنا نصابِ تعلیم ہونا چاہیے، جس دِن ہم نے یہ سنگِ میل طے کر لیا، ہماری ترقی کا سفر شروع ہو جائے گا اور جب تک یہ ممکن نہ ہو تو مساجد اور مدارس سے ہمارا اور ہمارے بچوں کا مضبوط رشتہ اور تعلق ہونا چاہیے، اس لیے کہ منبر و محراب ہی وہ سپلائی لائن ہے، جس کے ذریعے سے خدا، رسول ﷺ اور امتِ مسلمہ سے یک جہتی کا ہمارا رشتہ قائم ہے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

بیت المقدس کے محافظ

مدیر کے قلم سے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

المائدة 65-73

فہمِ قرآن

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ 65

ترجمہ: اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی برائیاں معاف کردیتے اور انھیں ضرور آرام وراحت کے باغات میں داخل کرتے۔ 65

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ 66

ترجمہ: اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کتاب اب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے، اس کی ٹھیک ٹھیک پابندی کرتے تو وہ اپنے اوپر اور اپنے نیچے ہر طرف سے اللہ کا رزق کھاتے، اگرچہ ان میں ایک جماعت راہِ راست پر چلنے والی بھی ہے، مگر ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہی ہیں کہ ان کے اعمال خراب ہیں۔ 66

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ 67

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، اس کی تبلیغ کرو اور اگر ایسا نہیں کروگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تمہیں لوگوں کی سازشوں سے بچائے گا، یقین رکھو کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ 67

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰي شَيْءٍ حَتّٰي تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ 68

ترجمہ: کہہ دو کہ ”اے اہلِ کتاب جب تک تم تورات اور انجیل پر اور جو کتاب تمہارے پاس اب بھیجی گئی ہے، اس کی پوری پابندی نہیں کروگے، تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہوگی، جس پر تم کھڑے ہوسکو اور اے رسول! جو وحی تم پر نازل کی گئی ہے، وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کرکے رہے گی، لہٰذا تم ان کافر لوگوں پر افسوس مت کرنا۔ 68

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ 69

ترجمہ: حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، ان کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔ 69

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ 70

ترجمہ: ہم نے بنو اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ان کے پاس رسول بھیجے تھے، جب کوئی رسول ان کے پاس کوئی ایسی بات لے کر آتا، جس کو ان کا دل نہیں چاہتا تھا تو کچھ (رسولوں) کو انھوں نے جھٹلایا اور کچھ کو قتل کرتے رہے۔ 70

تشریح نمبر 1: یہی مضمون سورہ بقرہ کی آیت 62 میں گزرا ہے۔

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ 71

ترجمہ: اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ کوئی پکڑ نہیں ہوگی اس لیے اندھے بہرے بن گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تو ان میں سے بہت سے پھر اندھے بہرے بن گئے اور اللہ ان کے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔ 71

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ 72

ترجمہ: وہ لوگ یقیناً کافر ہوچکے ہیں، جنھوں نے یہ کہا ہے کہ ”اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے“ حالاں کہ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ نے اس کے لیے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں، ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ 72

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ 73

ترجمہ: وہ لوگ (بھی) یقیناً کافر ہوچکے ہیں، جنھوں نے یہ کہا ہے کہ ”اللہ تین میں کا تیسرا ہے“ حالاں کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اپنی اس بات سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے (ایسے) کفر کا ارتکاب کیا ہے، ان کو دردناک عذاب پکڑ کر رہے گا۔ 73

تشریح نمبر 2: یہ عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی طرف اشارہ ہے، ان اس عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تین اقانیم کا مجموعہ ہے۔ ایک باپ (یعنی اللہ)، ایک بیٹا (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام) اور ایک روح القدس اور بعض فرقے اس بات کے قائل تھے کہ تیسری حضرت مریم علیہ السلام ہیں اور ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تینوں مل کر ایک ہیں۔ یہ تینوں مل کر ایک کس طرح ہیں؟ اس معمے کا کوئی معقول جواب کسی کے پاس نہیں ہے، اس لیے ان کے متکلمین نے اس عقیدے کی مختلف تعبیریں اختیار کی ہیں۔ بعض نے تو یہ کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف خدا تھے، انسان نہیں تھے۔ آیت نمبر 72 میں ان کے عقیدے کو کفر قرار دیا گیا ہے اور بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ خدا جن تین اقانیم کا مجموعہ ہے، ان میں سے ایک باپ یعنی اللہ ہے اور دوسرا بیٹا ہے، جو اللہ ہی کی ایک صفت تھی، جو انسانی وجود میں حلول کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں آگئی تھی، لہٰذا وہ انسان بھی تھے اور اپنی اصل کے اعتبار سے خدا بھی تھے۔ آیت نمبر 73 میں اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

جنت اور اس کی نعمتیں

عالمِ آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لیے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مومن و مسلم نہیں ہو سکتا، انہی میں سے جنت و دوزخ بھی ہیں اور یہی دونوں مقام انسانوں کا آخری اور پھر ابدی ٹھکانہ ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی جنت اور اس کی نعمتوں کا اور دوزخ اور اس کی تکلیفوں کا ذکر اتنی کثرت سے کیا گیا ہے اور ان دونوں کے متعلق اتنا کچھ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر اس سلسلے کی سب آیتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو صرف انہی سے اچھی خاصی ایک کتاب تیار ہو جائے۔

اسی طرح کتبِ حدیث میں بھی جنت و دوزخ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی صدہا حدیثیں محفوظ ہے، جن سے ان دونوں کے متعلق کافی معلومات مل جاتی ہیں، پھر بھی یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ قرآنِ مجید میں اور اسی طرح احادیث میں جنت و دوزخ کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے، اس کی پوری اور اصلی حقیقت کا علم وہاں پہنچ کر اور مشاہدہ کے بعد ہی حاصل ہو سکے گا۔ جنت تو جنت ہے، اگر کوئی شخص ہماری اس دنیا ہی کے کسی بارونق شہر کے بازاروں کا اور وہاں کے باغوں اور گلزاروں کا ذکر ہمارے سامنے کرے تو اس کے بیان سے جو تصور ہمارے ذہنوں میں قائم ہوتا ہے، ہمیشہ کا تجربہ ہے کہ وہ اصل کے مقابلے میں ہمیشہ بہت ناقص ہوتا ہے۔ بہر حال! اس نفس الامری حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے قرآن و حدیث میں جنت یا دوزخ کے بیان کو پڑھنا چاہیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خطرہ یا خیال ہی گزرا ہے اور اگر تم چاہو تو پڑھو قرآن کی یہ آیت "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ" جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی بھی ان نعمتوں کو نہیں جانتا، جو ان بندوں کے لیے (جو راہِ خدا میں اپنا محبوب مال خرچ کرنے والے ہیں اور راتوں کو عباداتِ خداوندی میں مصروف رہنے والے ہیں) چھپا کے اور محفوظ کر کے رکھی گئی ہیں، جن میں ان کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک کا سامان ہے۔

اہلِ جنت کے لیے حق تعالیٰ کی دائمی رضا

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَ سَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ كُلُّهٗ فِیْ یَدَیْكَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَضِیْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبِّ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْكُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ جنتی جب جنت میں پہنچ جائیں گے اور وہاں کی نعمتیں ان کو عطا ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کر کے فرمائیں گے کہ اے اہلِ جنت! وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں! آپ کی بارگاہ قدس میں اور ساری خیر اور سب بھلائی آپ ہی کے قبضے میں ہے، جس کو چاہیں عطا فرمائیں یا نہ فرمائیں، پھر اللہ تعالیٰ ان بندوں سے فرمائیں گے: تم خوش ہو؟ یعنی جنت اور جو نعمتیں جنت میں تم کو دی گئی، تم ان سے راضی ہو۔ یہ جنتی بندے عرض کریں گے: اے پروردگار! جب آپ نے ہمیں یہاں وہ کچھ نصیب فرمایا جو اپنی کسی مخلوق کو نہیں دیا تھا، (یعنی آپ کی بخشش اور آپ کے کرم سے، جب یہاں ہمیں وہ نعمتیں اور وہ راحتیں اور لذتیں نصیب ہیں جو دنیا میں کسی بڑے سے بڑے کو بھی نصیب نہیں تھیں) تو ہم کیوں راضی اور خوش نہ ہوں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا میں تمہیں اس سب سے اعلیٰ و افضل ایک چیز اور دوں! وہ بندے عرض کریں گے کہ خداوندا! وہ کیا چیز ہے جو اس جنت اور اس کی ان نعمتوں سے بھی افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں تم کو اب اپنی دائمی اور ابدی رضامندی اور خوشنودی کا تحفہ دیتا ہوں، اس کے بعد اب میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔

جنت میں دیدارِ الٰہی

عَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُلُّنَا یَرٰی رَبَّهٗ مُخْلِیًا بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ بَلٰی قُلْتُ وَمَا اٰیَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ یَا اَبَا رَزِیْنٍ اَلَیْسَ كُلُّكُمْ یَرَی الْقَمَرَ لَیْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِیًا بِهٖ قَالَ بَلٰی قَالَ فَاِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ابورزین عقیلی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا قیامت میں ہم میں سے ہر ایک اپنے رب کو اکیلا بغیر بھیڑ بھاڑ اور کشمکش کے دیکھ سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! دیکھ سکے گا۔ میں نے عرض کیا: اور کیا اس کی کوئی نشانی اور مثال ہماری اس دنیا میں بھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو زرین! کیا چودھویں رات کو تم میں سے ہر ایک چاند کو بجائے خود اور اکیلا بغیر بھیڑ بھاڑ کے نہیں دیکھتا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں، بے شک چاند کو تو ہم سب ہی اسی طرح دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو اللہ کی مخلوق ہے اور اللہ تو بڑی جلالت والا اور نہایت عظمت والا ہے، پھر اس کے لیے کیا چیز مشکل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِكَ

Shangrila®
THE FOOD EXPERTS!
Pakistan's No.1*
Liquid Seasonings
WORCESTERSHIRE SAUCE
Traditional Recipe
CHILLI SAUCE
Sizzling Hot
SOY SAUCE
Authentic Taste
SYNTHETIC VINEGAR
Tangy Twist
NOW IN
NEW LOOK
*Foresight Household Panel 2023
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan
ShangrilaPakistan
ShangrilaFoods

حَسْبُنَا اللّٰہُ

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللّٰہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا کلام قرآنِ مجید عطا فرمایا ہے، جو بدلتے حالات اور پیش آمدہ حادثات میں ہماری ایسی رہنمائی کرتا ہے کہ ایسا لگتا ہے یہ آیت آج کے لیے اور ابھی کے لیے نازل ہوئی ہے۔

آپ ﷺ جب مدینہ منوّرہ تشریف لائے، ہجرت فرمائی تو دوسرے سال ایک غزوہ ہوا، جس کو غزوہ بدر کہتے ہیں، پھر تیسرے سال ایک غزوہ ہوا، جسے غزوہ اُحد کہتے ہیں۔ غزوہ بدر کا ایک چھوٹی سی آیت میں یوں ذکر کر کے ایک بڑا پیغام دیا گیا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

اللہ نے تمہاری مدد فرمائی، جب کہ تم بے سر و سامانی کے عالم میں تھے۔

یہ آیت پیغام دے رہی ہے کہ ہمیں بدلتے حالات میں صحیح موقف، صحیح رائے رکھنی چاہیے۔

سن 5 ہجری میں غزوہ احزاب ہوا، خندق والا غزوہ، سارا کفر اکٹھا تھا، یہودی، مشرک، منافق سارے اکٹھے ہو گئے، جب آپ ﷺ کو پتا چلا کہ سارا کفر اکٹھا ہو رہا ہے، جس کی تعداد سترہ، اٹھارہ ہزار ہے اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار! کفار کے پاس جنگی وسائل، بھاری مقدار میں ساز و سامان اور ہتھیار اور ادھر مسلمان نہتے، تعداد بھی تھوڑی سی، سخت سردی کا موسم، کھانے پینے کی انتہائی شدید قلّت! اس موقع پر آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے جو سب سے پہلا کلمہ جاری ہوا وہ تھا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ”ہمیں ہمارا اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“ گویا ان حالات میں ہمیں اللہ کے نبی ﷺ نے پیغام دیا ہے کہ چلتے پھرتے اس کلمے کا وِرد رکھو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اس انتہائی مشکل وقت میں آپ ﷺ نے تین کام کیے۔

پہلا: اللہ کی ذات پر بھروسا اور اعتماد۔

دوسرا: اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ صحابہ میں شامل تھے، انھوں نے مشورہ دیا کہ فارس والے اپنے شہر کی حفاظت خندقیں کھود کر کرتے ہیں، آپ بھی خندق کھودیں، چناں چہ خندق کھودنا طے ہو گیا۔ حضور پاک ﷺ کے جب ان جاں نثاروں سے بات طے ہوئی کہ خندق کھودنی ہے تو ساڑھے تین میٹر خندق کھودی گئی اور صرف چھ دنوں میں کھودی گئی۔

تیسرا: آپ ﷺ نے مادّی طاقت مہیا کی، جو آپ کی استطاعت میں تھی۔

آج کا اسلحہ اور جنگی ساز و سامان ایسا ہے کہ خندق کافی نہیں ہیں، اس لیے غزہ کے مجاہدین نے سرنگیں کھودی ہیں اور یہ سرنگیں ایسی ہیں کہ دنیا کی عقلیں حیران ہیں کہ مجاہدین کب سے تیاری میں مصروف تھے اور کب سے انھوں نے اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف کر رکھی ہیں، بعض سرنگوں کی گہرائی 80، 80 فٹ ہے، یعنی تین، تین منزلوں جتنی گہری ہیں اور کئی کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ہیں۔

حضرت امِّ سلمہؓ جو حضور پاک ﷺ کی اہلیہ ہیں، فرماتی ہیں: ”میں نے حضور پاک ﷺ کو کئی غزوات میں دیکھا، لیکن جتنا سخت اور جتنا شدید اور جتنا تکلیف دہ غزوہ، غزوہ احزاب تھا، آپ کی زندگی میں ایسا کوئی غزوہ نہیں آیا۔ سرد موسم، بھوک بھی بہت تھی، دشمن کے پاس جنگی ساز و سامان بہت تھا، پھر کفر اپنی ساری طاقت اتحاد کے ساتھ اکٹھی کر کے آیا تھا، یہودیوں کی یہ سازش تھی، اس نے سارے مشرکوں کو اکٹھا کر لیا تھا، منافقین بھی اس کے ساتھ ہو گئے تو قرآنِ پاک نے اس کی تصویر یوں کھینچی وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ مسلمانوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، کلیجہ منہ کو آنے لگا، لیکن وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدد اور نصرت جب اللہ کی طرف سے ہو جائے تو پھر دنیا کی ساری طاقتیں مکڑی کا جالا ثابت ہوتی ہیں، کفار کی تعداد اور جنگی ساز و سامان دیکھ کر منافقین نے طرح طرح کی باتیں کیں کہ ضرورت ہی کیا پڑی تھی چھیڑنے کی، کس نے کہا تھا مقابلہ کرو۔

ان حالات میں ایک معاملہ پیش آیا، حضور پاک ﷺ جب خندق کھود رہے تو ایک چوٹ ماری، پتھر سے روشنی نکلی آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے اندر فارس اور

یمن کے محلات دکھائے ہیں، میری امت اس کو فتح کرے گی۔

پھر چوٹ ماری تو فرمایا: روم کے محلات نظر آئے ہیں، میری امت، میری جماعت اس کو بھی فتح کرے گی۔ منافقین کہنے لگے: اپنے جسم اور اپنے تن کا ایسا برا حال ہے کہ قضائے حاجت کے ان کو مسائل درپیش ہیں اور باتیں کرتے ہیں فارس اور روم کو فتح کرنے کی، ان کے رسول نے انھیں دھوکا دیا ہے۔ (معاذاللہ)

لیکن آپ کے ساتھ جو جماعت تھی، اسے آپ ﷺ کی بات پر اعتماد تھا، ان کا حوصلہ بڑھ گیا، ایمان والوں کی شان کیا تھی؟ قرآنِ کریم نے وہ حالت بیان کی ہے: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا جب انھوں نے سارا کفر اپنے مقابلے میں اٹھ کھڑا دیکھا ان کا ایمان اور بڑھ گیا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ یہ آیات قرآنِ پاک میں تو موجود تھیں، لیکن آج فلسطین کے مجاہدین میں وہی جذبہ وہی یقین اور پختہ ایمان دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے، جیسے یہ آیات غزہ کے مجاہدین اور شہدا کی خوبیاں بیان کر رہی ہیں، غزہ کے شہدا وہ مرد ہیں، جنھوں نے اللہ سے کیا عہد پورا کر لیا، شہید ہوگئے۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ ان میں کچھ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اے اللہ! جان تیری ہے، تیری خاطر زندہ ہیں، تیری خاطر قربان کرنا چاہتے ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ بعض وہ ہیں جو انتظار میں ہیں، کہتے ہیں یا تو اللہ کی نصرت آجائے گی یا شہادت کی دولت مل جائے گی۔ جہاد کے یہی تو مزے ہیں، جہاد میں مسلمان کی ناکامی ہوتی ہی نہیں یا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی آنکھوں سے غلبہ دکھادیتا ہے، غازی بنتا ہے یا اللہ اسے شہادت جیسی خوب صورت اور میٹھی زندگی نصیب فرمادیتا ہے۔ شہادت کو موت نہیں، زندگی کہا گیا ہے وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا انھوں نے اپنا عہد تبدیل نہیں کیا، انھوں نے جو اللہ سے عہد کر رکھا تھا، اسے نہیں توڑا۔

اس قسم کے حالات دنیا میں کیوں پیش آتے ہیں؟ اس کی وجہ بھی قرآن نے بتائی ہے۔ اس قسم کے حالات دنیا میں اس لیے آتے ہیں لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ تاکہ اللہ رب العزت سچوں کو ان کی سچائی کا انعام دے دیں کہ واقعی تم اپنے ایمان میں سچے ہو وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اس لیے کہ یہی وہ موقع ہوتا ہے، جب کافر کا تو ویسے ہی پتا لگتا ہے، لیکن ان حالات میں مسلمانوں کو منافقوں کا بھی پتا لگ جاتا ہے، ان حالات میں مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے منافق بھی آجاتے ہیں اور ایسا ہونے میں بڑی خیر ہوتی ہے کہ مسلمان دھوکا نہ کھائیں۔

جیسے آج دنیا بھر کے مسلمانوں میں تحریک موجود ہے، مسلمانوں میں اپنے بھائیوں کے لیے سب کچھ کرنے کا جذبہ موجود ہے، لیکن جن کے پاس وسائل ہیں، جن کے پاس اقتدار ہے، جن کے پاس طاقت ہے، ان کا حال یہ ہے کہ ہم تو ان کو اپنا ہی سمجھتے تھے، اب پتا چلا نہ وہ مسلمانوں کے ہیں، نہ وہ اسلام کے ہیں، وہ صرف اپنے اقتدار اور اپنے مفاد کے ہیں۔ بڑے بڑے دعوے، بڑے بڑے نعرے، بڑی بڑی باتیں، لیکن ان حالات میں واضح ہوگیا کہ یہ طبقہ نہ مسلمانوں کا ہے نہ اسلام کا ہے۔ یہ صرف اپنے مفاد اور اقتدار کا ہے۔ کبھی کہیں اگر اسلام کا نام بھی لیتا ہے تو صرف اپنے مفادات اور اقتدار کے لیے، ورنہ یہ اندر خانے مسلمانوں ہی کا دشمن ہے۔ یہ اسلام ہی کا دشمن ہے، یہی تو وہ لوگ ہیں، جنھوں نے اسلامی دنیا میں اسلام ہی کی جڑ کاٹ رکھی ہے، اقتدار ان کے ہاتھوں میں ہے، تعلیمی ادارے ان کے ہاتھوں میں ہیں، معاشرہ ان کے پاس ہے، لیکن یہ اسلام کا بیج مارنا چاہتے ہیں تو اللہ کریم کہتا ہے ان حالات میں پتا لگتا ہے کہ سچا کون ہے؟ کون ایمان والے ہیں اور کون وہ ہیں جو منافق ہیں۔

جس میڈیا تک عام لوگوں کی رسائی ہے، وہ تو دجّالی میڈیا ہے، اس نے ہمارے معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی پھیلا رکھی ہے، وہ ایسی سچی خبریں نہیں دیتا، جس سے عام مسلمانوں کا حوصلہ بڑھے، ان کا ایمان تازہ ہو اور کفر کی شکست سامنے آئے، ایسی خبریں عام لوگوں کے سامنے آتی بھی نہیں، صحیح ذرائع سے ملنے والی خبریں سننے سے پتا چلتا ہے کہ صدیوں پہلے جو ہم اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ اللہ کی مدد اور نصرت کا سنتے اور پڑھتے تھے، آج ان کے ساتھ وہی مدد اور نصرت نظر آرہی ہے۔

یہودی پیشوا، یہودی سپاہی، یہودیوں کے بڑے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ عجیب سی مخلوق ہے؟ کہاں سے آتی ہے، کہاں چلی جاتی ہے؟ سمجھ میں ہی نہیں آتا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ لگتا ہے کہ موسیٰ اور ہارون کا رب اسرائیلیوں سے ناراض ہوگیا اور اس کی مدد اور نصرت ان مسلمانوں کے ساتھ ہے، وہ کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں، عسکری دنیا میں وہ ٹینک، وہ بکتر بند گاڑیاں جو بہت ہی زیادہ محفوظ سمجھی جاتی ہیں، وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے چکنا چور ہو رہی ہیں، جن پر انھیں بڑا ناز تھا، انھیں اس سے بڑے تحفّظ کا یقین تھا۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کی مدد اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ میرے اوپر ضروری ہے کہ میں ایمان والوں کی مدد کروں۔ اللہ کرے دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنے اللہ کے وعدوں پر یقین ہو، اپنے اللہ کے وعدے پہ اعتماد ہو، تاکہ مسلمانوں میں وہ ایمانی حرارت زندہ ہو، جس میں شجاعت ہے، جس میں بہادری ہے، جس میں غیرت ہے، جس میں حریت ہے اور جس میں مسلمانوں کی عزت ہے۔

آج جو ہمارے گھروں میں اور ہماری زندگیوں میں ان یہودیوں کا ساتھ دینے والوں کی مصنوعات استعمال ہوتی ہیں، جو ہماری ضرورت بھی نہیں ہیں، بلکہ خواہشات کے درجے میں ہیں اور اس کے متبادل ہمیں اپنے ملک سے چیزیں مل بھی جاتی ہیں، کم از کم غیروں کی ان مصنوعات کو تو ترک کرنا چاہیے اور تھوڑی سی کوشش کرنے سے ان کی متبادل چیزیں ہمیں اپنے ملک سے مل جاتی ہیں اور مسلمانوں کے تاجر ہیں، صنعت کار ہیں، ان کو بھی فکر کرنی چاہیے کہ خود ایسی چیزیں، ایسی مصنوعات تیار کریں۔ ان کے اندر دیانت ہو، اس کا معیار اچھا ہو، اس کی کوالٹی اچھی ہو، تاکہ ہم کافروں کے معاون نہ بنیں، مددگار نہ بنیں، ان کی معیشت کو ترقی دینے میں حصے دار نہ بنیں۔

اپنی سی کوشش تو کرنی چاہیے مجاہدین کی مدد اور نصرت کے لیے جس سے جو ہو سکتا ہے، جتنا ہو سکتا ہے کرنا چاہیے۔ ان کے لیے دعاؤں کا خوب خوب اہتمام کرنا چاہیے اور جیسے اللہ کے نبی ﷺ نے یہ بات سنی کہ کفر کی طاقت مقابلے میں آرہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ "ہمارا اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔" آج بھی اللہ اسی قوت اور طاقت کے ساتھ ہے، بس ہم اس کی رحمت کو لینے والے بنیں، اس کی قدرت کو لینے والے بنیں، پھر ان شاء اللہ وہاں کے مسلمان اپنی تاریخ دہرائیں گے اور مسلمانوں کو وہ عزت کا راستہ دکھائیں گے جو حقیقت میں مسلمانوں کا سرمایہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

احکامِ میت

سید رشید عطا

اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو عزّت عطا فرما کر اس کو بقیہ تمام مخلوقات سے افضل بنایا ہے، لہٰذا قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (بنی اسرائیل: 70)

اور بلا شبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزّت بخشی اور انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی، اس میں سے بہت سوں پر انھیں فضیلت دی۔

دینِ اسلام نے ہمیں صرف زندگی میں ہی عزّت و اکرام نہیں بخشا بلکہ مرنے کے بعد بھی عزّت واحترام کا مکمل اہتمام کیا۔ ایک مسلمان کے مرنے سے لے کر لحد میں اتارنے تک جو اعزاز و اکرام ملتا ہے، وہ اور کسی بھی مذہب میں نظر نہیں آتا۔

بحیثیتِ مسلمان موت اور یومِ آخرت پر ہمارا پختہ اور کامل ایمان ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان قریب المرگ ہو تو لواحقین کو کیا کرنا چاہیے اور مرنے کے بعد گھر والوں اور عزیز و اقارب کو کیا امور انجام دینے چاہئیں۔

روزِ اوّل سے یہ قدرت کا قانون ہے کہ جو اِس دنیا میں آیا ہے، اُس نے ایک دن یہاں سے چلے جانا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ”ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔“ اس حوالے سے اسلام کی حقانیت ملاحظہ ہو کہ اسلام میں اس دنیا میں آنے والوں یعنی زندہ لوگوں کے حقوق کے ساتھ ساتھ اس دنیا سے جانے والوں، یعنی مردوں کے حقوق بھی متعین کیے گئے ہیں، جن کو ادا کرنا زندہ لوگوں کے ذمے ہے۔ ذیل میں ان حقوق اور ان کی ادائیگی کا طریقہ بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی! تین باتوں کے کرنے میں دیر نہ کیا کرنا۔ ایک تو نماز ادا کرنے میں جب کہ وقت ہو جائے، دوسرے جنازے میں جب تیار ہو جائے اور تیسری بے خاوند عورت کے نکاح میں جب کہ اس کا کفو (یعنی ہم قوم مرد) مل جائے۔ (ترمذی)

انتقال سے پہلے کے کام (جب جاں کنی کے آثار نظر آنے لگیں)

1. تلقین:

حضرت سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ قریب المرگ ہوں انھیں کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی تلقین کرو۔ (رواہ مسلم) تلقین کے معنی پڑھنا ہیں، تاکہ قریب المرگ بھی سن کر پڑھے۔ مگر قریب المرگ سے نہ کہا جائے کہ تم بھی پڑھو، خدا نخواستہ شدّتِ مرض یا بد حواسی کی وجہ سے اس کے منہ سے انکار نکل جائے۔

2. سورۂ یٰسین کی تلاوت:

جس بھی مسلمان مرد یا عورت کا نزع کا وقت ہو تو اس کے پاس سورۂ یاسین کی تلاوت کرنی چاہیے، اس سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ حضرت معقّل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِقْرَءُوْا (یٰسٓ) عَلٰى مَوْتَاكُمْ اپنے مردوں پر سورۃ ”یٰسٓ“ پڑھو۔

بعد از انتقال کے احکام:

1. اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا چاہیے۔
2. میت کی آنکھیں بند کر دیں
3. منہ کو کپڑے سے باندھ دیں
4. دونوں پاؤں کے انگوٹھے باندھ دیں
5. دونوں ہاتھوں کو سمیٹ کر جسم کے ساتھ کر دیں

غسلِ میت:

1. گھر میں مناسب جگہ کا انتظام کریں غسل کا تختہ رکھنے کے لیے۔
2. نیم گرم پانی لیں
3. صابن چاہیے (دستانے پہن کر نہلانا چاہیے)
4. مردے کے کپڑے قینچی سے کاٹ کر اتاریں
5. میت کو استنجا کرائیں
6. وضو کرائیں
7. روئی سے دانتوں کو صاف کریں
8. الٹی کروٹ لٹا کر پانی ڈالیں اور صابن لگائیں
9. سیدھی کروٹ لٹا کر پانی ڈالیں اور صابن لگائیں
10. تولیہ، ڈسٹ بن اور کفن سامنے رکھیں

کفن کے کپڑے اور کفن کا طریقہ:

کفن کے کپڑے:

مرد حضرات کے لیے مندرجہ ذیل تین (۳) کپڑے:

1. قمیص (کُرتا یعنی تیسری چادر)
2. ازار (دوسری چادر سر سے پیر تک)
3. لفافہ (سب سے بڑی چادر)

پہلے بڑی چادر یعنی لفافہ بچھاتے ہیں، اس کے بعد ازار اور پھر آخر میں قمیص یعنی کُرتا پہناتے ہیں۔

خواتین کے لیے مندرجہ ذیل پانچ (5) کپڑے ہوتے ہیں:

1. قمیص (کُرتا، تیسری چادر)
2. ازار (دوسری چادر سر سے پیر تک)
3. لفافہ (سب سے بڑی چادر)
4. سینہ بند
5. سر بند/دوپٹا

کفن کے کپڑوں کی سلائی نہیں ہوتی، لیکن اگر کپڑا چھوٹا ہو تو سلائی ہو سکتی ہے۔

جنازہ گاہ کی طرف لے کر جانا:

کلمۂ شہادت بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیے، کیوں کہ یہ خلافِ سنت ہے۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ تلاوت، جہاد، جنازہ اور نزع کے وقت آہستہ آواز سے وِرد کرنا چاہیے۔

نمازِ جنازہ:

نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ ادا کر لیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی، لیکن اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

بقیہ صفحہ نمبر 12 پر

خاندانی تعلقات کی اہمیت

آخری حصہ

ام نسیبہ

اصول نمبر 2: کسی کے بھی بارے میں منفی سوچ سے پرہیز

دوسرا اہم اصول ہر فرد کے بارے میں مثبت سوچ رکھنے اور منفی سوچ سے پرہیز کا ہے، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! بد گمانی سے پرہیز رکھو۔

ہر ایک کی عزّتِ نفس کو بحال رکھنا اور اس کا احترام کرنے کے ساتھ دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ دوسروں کی شخصیت کے بارے میں منفی سوچ اور منفی تبصروں سے گریز کیا جائے۔ معاشرے میں دوسروں کے بارے میں منفی تبصرے عام ہو جاتے ہیں تو دلوں میں نفرتیں اور کدورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو باہمی تعلقات کو برباد کر کے رکھ دیتی ہیں۔ منفی تبصرے تب ہی ہوتے ہیں جب پہلے ایک دوسرے کے بارے میں دلوں میں، دماغوں میں منفی سوچ جنم لیتی ہے۔ اس وجہ سے قرآنِ کریم نے منفی سوچ کا ہی راستہ روکا اور فرمایا کہ کوئی شخص کسی کے بارے میں اپنی طرف سے اندازے نہ لگایا کرے، بد گمانی کا یہ مرض ہمارے معاشرے میں بہت عام ہے۔ کسی کو اگر اچھے کپڑے پہنے ہوئے دیکھ لیا یا دنیاوی طور پر خوش حال دیکھ لیا تو بد گمانی شروع ہو جاتی ہے کہ شاید اس کے پاس حرام کا پیسہ آرہا ہے یا کسی بھی حال میں کسی شخص کو دیکھ لیا تو اس کے بارے میں بد گمانیاں جنم لینے لگتی ہیں اور برے گمان قائم ہو جاتے ہیں، یہیں سے دوسروں کی ذاتی زندگی برباد کرنے اور ان کے بارے میں منفی تبصرے کی بنیاد پڑ جاتی ہے، جب یہ وبا پھیل جاتی ہے تو کسی کی ذاتی زندگی محفوظ رہتی ہے، نہ کسی کی عزّت محفوظ رہتی ہے اور باہمی تعلّقات بدترین بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے قرآنِ کریم نے اس بات سے منع فرمایا اور یہ تلقین کی کہ جب تک کسی کے بارے شرعی دلیل قائم نہ ہو جائے، اُس وقت تک اس کے بارے میں منفی تبصرے سے گریز کیا جائے بلکہ سوچ کو بھی دل و دماغ میں جگہ نہ دی جائے۔

اصول نمبر 3: لوگوں کی ذاتی زندگی کی کھود کرید سے باز رہنا

وَلَا تَجَسَّسُوا (الحجرات: 12)

ترجمہ: اور (دوسروں کے ذاتی حالات کی) کھود کرید میں مت پڑو۔

تیسرا اہم اصول دوسروں کے ذاتی حالات کی کرید میں نہ پڑنے کا ہے، ہر ایک کی پرائیویسی ہر ایک کے ذاتی حالات اس کی نجی زندگی شریعتِ اسلامیہ نے اس کو تحفّظ فراہم کیا ہوا ہے اور جب لوگ اس اصول کا لحاظ نہیں رکھتے اور دوسروں کی نجی زندگی میں مداخلت کے مرتکب ہوتے ہیں تو اس کے نتیجے میں دلوں میں نفرتیں ختم لیتی ہیں، حتیٰ کہ شریعتِ اسلامیہ نے اس چیز کا اتنا لحاظ کیا ہے کہ شوہر کو شریعت نے ہدایت کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے شوہر کو یہ نصیحت کی ہے کہ اگر آپ کافی دنوں کے بعد کسی لمبے سفر سے گھر واپس آئیں تو اچانک سے گھر میں داخل نہ ہوں، بلکہ گھر پہنچنے سے پہلے گھر والوں کو اپنے پہنچنے کی اطلاع کر دیں (اور آپ ﷺ نے حدیث میں صراحت فرمائی کہ) تاکہ تم کوئی ایسی چیز نہ دیکھو کہ جس کا دیکھنا تمہیں ناگوار ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے گھر میں تو صرف میں اور میری والدہ رہتے ہیں تو کیا میں بھی اجازت لے کر گھر جاؤں؟ مجھے بھی بغیر اجازت گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی اجازت لے کر گھر جایا کرو۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم اپنی والدہ کو ایسی حالت میں دیکھو کہ جیسی حالت میں ان کا دیکھنا تمہیں ناگوار ہو۔

تو اس حد تک یعنی ماں بیٹے اور شوہر بیوی کے بارے میں بھی شریعتِ اسلامیہ نے صراحت کی ہے کہ ایک دوسرے کی نجی زندگی کا احترام کریں اور کھود کرید اور تفتیش میں نہ پڑا جائے۔

آج معاشرتی خرابیاں اور مسائل ان کی جڑ بنیاد یہی ہے کہ بلا ضرورت اور بلاوجہ ایک دوسرے کے حالات کے پیچھے پڑنا اور ایک دوسرے کی نجی زندگی میں مداخلت کرنا، جس سے دلوں میں نفرتیں اور معاشرے کے اندر پریشانیاں جنم لیتی ہیں۔

اصول نمبر 4: دوسروں کے خلاف منفی گفتگو سے پرہیز

غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے بُرے وصف کو اس کی عدم موجودگی میں اس طرح بیان کریں کہ اگر وہ سن لے تو بُرا مانے خواہ زبان سے بیان کرے یا بذریعہ اعضا یا بذریعہ قلم یا کسی اور طریقے سے عیب جوئی کی جائے، اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں تو یہ تہمت اور بہتان ہے۔ اسلام میں غیبت کرنے کی سخت وعید آئی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (الحجرات: ۱۲)

ترجمہ: اور تم پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے عیب مت ذکر کیا کرو۔

رسولِ کریم ﷺ نے ابوذر سے فرمایا: غیبت سے خبردار رہو کہ غیبت زنا سے بھی شدید تر ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ "غیبت کرنے والا بروز قیامت اپنا گوشت کھانے والے کی حالت میں ہوگا۔"

غیبت کی تعریف کا باب اتنا وسیع ہے کہ مختصراً اتنا کہہ سکتے ہیں کہ "غیبت کسی مؤمن بھائی کے عیوب کو دوسرے لوگوں پر آشکار کرنا ہے۔"

اور اس کا حقیقی مقصد غیبت کرنے والا اس سبب سے کہ یا تو حسد میں بیان کرتا ہے جو کہ خود غیبت کی مانند برائی ہے یا دشمنی میں کہے جو کہ ایک مذموم صفت ہے۔

اسلام میں غیبت و چغل خوری کی مذمت آئی ہے، آج کل ہمارے معاشرہ میں غیبت، بدگوئی اور چغل خوری ایک محبوب مشغلہ بن گیا ہے، جہاں دو چار افراد جمع ہوئے بس ایک دوسرے کی برائی شروع ہو گئی اور ذرا برابر احساس نہیں ہوتا کہ زبان کی اس برق رفتاری اور شعلہ افشانی پر کوئی باز پرس بھی کرنے والا ہے کہ نہیں!

دَورِ حاضر میں وہ اخلاقی برائی جس نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، وہ دوسروں کی پیٹھ پیچھے برائی کرنے کا گناہ ہے۔ یہ برائی بلاشبہ ایک ناسور ہے، جس کی وجہ سے معاشرہ میں فتنہ وفساد اور آپسی جھگڑے اور بدگمانیاں پھیلتی ہیں۔

آپس میں محبت کرنے والے ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اسلام جو ایک دینِ رحمت ہے، وہ اس طرح کی کسی بھی حرکت کو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خاندانی تعلّقات کو پُرامن رکھنے کے لیے غیبت سے بچنے کی خاص ضرورت ہے، خصوصًا اکٹھی رہنے والی خواتین کو اس گناہِ کبیرہ سے بے حد بچنا چاہیے، کیوں کہ یہ ایسی آگ ہے جو چنگاری کی صورت لگتی ہے اور محبتوں اور الفتوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ برسوں سے ساتھ رہنے والے خاندان ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہمارے خاندانوں کو اس گناہِ کبیرہ کے شر سے اور تمام برائیوں سے بچائے۔ آمین!

بقیہ

احکامِ میت

نمازِ جنازہ کا طریقہ:

نیت:

نیت کرتا ہوں میں نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ مع ۴ زائد تکبیروں کے، ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے، درود واسطے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے، دعا واسطے اس حاضر میت کے، پیچھے اِس امام کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف ------ اللہ اکبر! پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور اس کے بعد ثنا پڑھیں گے، مگر وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ سے پہلے وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ کے الفاظ بڑھا دیں۔ اب دوسری تکبیر کہہ کر اس میں درودِ ابراہیمی پڑھیں گے۔ اب تیسری تکبیر کہہ کر دعائے جنازہ پڑھیں گے، جو کہ بالغ مرد و عورت اور نابالغ بچوں اور بچیوں کے لیے الگ الگ منقول ہیں۔

دعائے جنازہ بالغ مرد و عورت:

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ، اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں کو بخش دے، ہمارے حاضر اور غائب کو بخش دے، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو بخش دے، ہمارے مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو موت دے تو ایمان کی حالت میں موت دے۔

نابالغ بچے کی دعائے جنازہ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا ترجمہ: اے اللہ! اس بچہ کو ہمارا پیش رو بنا دے اور اسے ہمارے لیے باعثِ اجر بنا، اسے ہمارے لیے سفارش کرنے والا بنا اور اس کی سفارش قبول فرما۔

نابالغ بچی کی دعائے جنازہ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً

ترجمہ: اے اللہ! اس بچی کو ہمارا پیش رو بنا دے اور اسے ہمارے لیے باعثِ اجر بنا، اسے ہمارے لیے سفارش کرنے والا بنا اور اس کی سفارش قبول فرما۔

اور اگر کسی کو یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو وہ یہ دعا پڑھ سکتا ہے رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اب چوتھی تکبیر کہہ کر دائیں اور بائیں طرف سلام پھیریں اور ہاتھوں کو کھول دیں۔

جنازے کو کندھا دینے کا سنت طریقہ:

جنازہ کو اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کے داہنی طرف کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلیں، اس کے بعد اسی طرف کا پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلیں، اس کے بعد میت کے بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر، پھر پچھلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلیں، تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔ حدیث شریف میں کم از کم چالیس قدم تک کندھا دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

میت کو قبرستان لے جاتے وقت آہستہ آواز میں کلمۂ شہادت اور مسنون دعائیں پڑھیں اور میت کو لحد میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھیں سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مردے کو قبر میں اتارو تو بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھو اور ایک روایت میں: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ بھی آیا ہے۔

قبر پر مٹی ڈالتے وقت کی دعا: احادیثِ مبارکہ کے مطابق سر کی طرف کھڑے ہو کر تین مٹھی مٹی قبر پر ڈالنا سنت ہے۔ علمائے احناف نے لکھا ہے کہ قبر میں مٹی کی پہلی مٹھی ڈالتے وقت پڑھے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اس زمین میں سے ہم نے تمہیں پیدا کیا) اور دوسری مٹھی پر پڑھے وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور اسی میں پھر واپس لوٹائیں گے) اور تیسری مٹھی کے ڈالتے وقت پڑھے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى اور اسی سے پھر دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا کریں گے کہ یہ پڑھنا مستحب ہے۔

تدفین سے فارغ ہو کر قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرا جائے کہ ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاسکے، مراد یہ ہے کہ دفن کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر انفرادی طور پر میت کے لیے منکر نکیر کے سوالات کے جواب میں ثابت قدمی اور مغفرت کی دعا کرنی چاہیے اور میت کے سرہانے سورِ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور پائینتی کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھنی چاہیے۔

مندرجہ ذیل کام جن کی سختی سے ممانعت ہے:

میت پر چلا کر رونا پیٹنا، گریبان پھاڑنا اور بین کرنا، یہ سب امور حرام ہیں۔ ”صحیح بخاری“ اور ”صحیح مسلم“ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوبَ وہ شخص ہم میں سے نہیں (یعنی ہمارے طریقے پر نہیں) جو اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے یعنی نوحہ اور واویلا کرے۔ (صحیح بخاری)

اور ”لعنت کی رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی عورت کو اور نوحہ سننے والی عورت کو۔“ (سنن ابی داؤد)

نیز ”میں بے زار ہوں اس سے جو (موت کی مصیبت میں) سر کے بال منڈائے اور چلا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑے۔“ (صحیح بخاری)

حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”میرے (اس) مومن بندے کے لیے بہشت ہے، جس کے پیارے کو میں اہلِ دنیا سے قبض کرتا ہوں اور وہ (اس کی موت پر) صبر کرے۔“ (صحیح بخاری)

ذہنی دباؤ اور ڈپریشن

حکیم شمیم احمد

مایوسی و درماندگی اور ذہنی دباؤ آج کی دنیا میں جانی پہچانی بیماری ہے، جو ایک سنجیدہ نوعیت کی حالت ہے۔ متاثر انسان بہت زیادہ اُداس، نااُمید اور خود کو غیر اہم سمجھتا ہے! اس لیے وہ ایک نارمل زندگی گزارنے میں ناکام رہتا ہے۔ بحیثیتِ مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ ربّ کائنات نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی، جس کا علاج ہمیں اسلامی طرزِ حیات میں نہ ملتا ہو، لہٰذا ہمیں اس کو اختیار کرنے سے مدد لینی چاہیے۔ یہاں چند اہم طریقوں کا ذکر کرتے ہیں، جن پر عمل کرنے سے نہ صرف اس مرض سے بچا جا سکتا ہے بلکہ اس پر قابو بھی پایا جا سکتا ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِينَ (البقرۃ: 153)

اے ایمان والو! نماز اور صبر کے ساتھ اللہ سے مدد مانگو!

سب سے پہلے ہمیں کسی بھی بیماری کا مقابلہ کرنے اور اس سے بچنے کے لیے صبر کرنا چاہیے۔ صبر ایک بہت ہی اعلیٰ دافع ڈپریشن کیفیت ہے، جو خوش نصیبوں کو ہی ملتی ہے۔ صبر کو اپنا کر انسان ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کے مقاصد کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے، اگر ہم دنیا کے کسی بھی عظیم شخصیت کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان میں یہ خوبی عام لوگوں کی نسبت زیادہ پائی جاتی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی قوم کو دعوتِ دین پہچانے میں کتنے کٹھن حالات کا مقابلہ کرنا پڑا، لیکن انھوں نے ان حالات میں انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کو شکر گزار بندے بہت پسند ہیں۔ شکر ادا کرنا بظاہر ایک معمولی سا عمل لگتا ہے، لیکن یہ انسان کے لیے دنیا بھر کے مسائل سے بچنے، خوش رہنے اور مشکلات پر قابو پانے کا اکسیر نسخہ ہے۔

جب کبھی دل اداس ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بے شمار نعمتوں کو گننا شروع کر دے، اس کی اداسی چند لمحوں میں راحت اور سکون میں بدل جائے گی، لیکن انسان اگر اپنے رب کی ناشکری کرتا ہے تو وہ تکلیف میں گھر جاتا ہے۔ انسان کی ناشکری کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر "قلیل ما تشکرون" کے الفاظ میں کیا ہے، اسی طرح بندوں کا شکر گزار نہ ہونا بھی ایک اخلاقی پستی ہے، جو بھی آپ کے ساتھ بھلائی یا احسان کا معاملہ کرے، اس کا ضرور شکر ادا کیجیے اور دل میں بھی اس کے شکر گزار ہوں، اس طرح تعلّقات میں بہتری آئے گی اور ڈپریشن سے محفوظ رہیں گے۔

اہلِ علم اور دانشوروں کا قول ہے کہ "آپ زندگی میں دینا سیکھے، خوشیاں آپ کے پاس چل کر آئیں گی۔"

نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ ہے: اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنْ دعا مومن کا ہتھیار ہے، لہٰذا اچھے یا برے ہر قسم کے حالات میں دعائیں مانگنے کی عادت ڈالیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ انسان کی دعائیں سنتا اور انھیں قبول کرتا ہے۔

قرآنی اور مسنون دعاؤں کو نماز اور سجود میں ضرور مانگیں، کیوں کہ سجدے میں انسان اللہ کے قریب ہوتا ہے، ساتھ ہی استغفار کی کثرت کیجیے۔

صحت مند غذا کھانے کا اہتمام کیجیے:

محقّقین سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بہت سے جنک اور فاسٹ فوڈز خود ڈپریشن کا باعث بنتے ہیں، اس لیے اپنی غذا پر توجہ دینا ضروری ہے۔

اومیگا تھری اور زنک سے بھرپور غذائیں مثلاً مچھلی، اخروٹ، زیرہ سفید، السی انسان کو پُرسکون اور خوش رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یاد رکھیں! جن غذاؤں میں جسٹ شامل ہوگا، اس کا استعمال خودکشی سے بچاتا ہے۔

موسمی پھل سبزیاں اور پانی کا استعمال آپ کی مجموعی صحت کو بہتر رکھنے کے لیے ضروری ہے، لہٰذا انھیں اپنی خوراک کا حصہ بنائیں۔

روز مرہ کے معمولات کی منصوبہ بندی کیجئے!

جب بھی آپ پر اُداسی کا غلبہ ہو تو مستقل مزاجی سے اپنے روزانہ کے کاموں کو کرنے کی کوشش کیجیے۔ اس سے آپ کی طبیعت میں بہتری آئے گی، دباؤ کم ہوگا۔

مصروفیت بذاتِ خود ایک زبردست ہتھیار ہے، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مصروف رہیے، ڈپریشن بھگائیے!

صحت مند مشغلے اپنائیے:

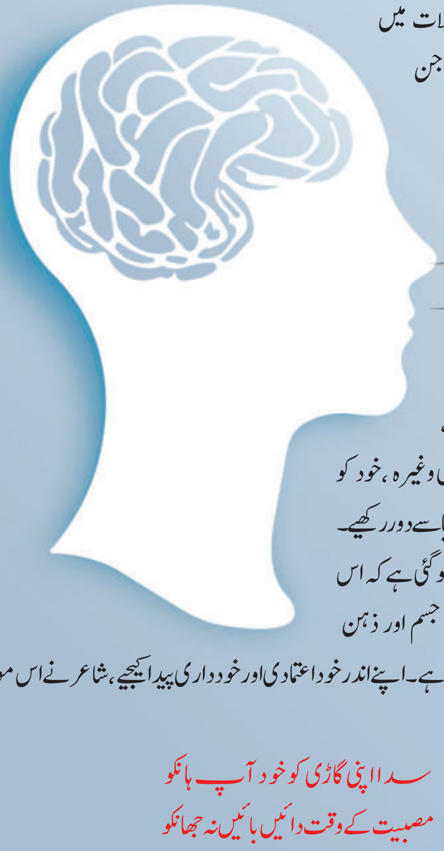

اپنے روز مرّہ کے معمولات میں ایسے مشاغل شامل کیجیے، جن سے آپ لطف اندوز ہو سکیں، مثلاً: باغ بانی، کتب بینی، تیراکی اور کبڈی وغیرہ، خود کو کمپیوٹر گیمز اور سوشل میڈیا سے دور رکھیے۔

تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس قسم کی مصروفیات انسانی جسم اور ذہن دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ اپنے اندر خود اعتمادی اور خودداری پیدا کیجیے، شاعر نے اس موقع پر کیا خوب کہا ہے کہ!

سدا اپنی گاڑی کو خود آپ ہانکو\
مصیبت کے وقت دائیں بائیں نہ جھانکو

اس لیے اپنے سارے کام خود انجام دینے کی کوشش کریں۔

سورج کی روشنی کو ایک اعلیٰ قسم کا مانع افسردگی تصور کیا جاتا ہے۔ کھلی فضا میں چہل قدمی کرنا بھی طبیعت کو بہتر کرتا ہے، اسے اپنے معمولات کا حصہ بنائیے۔

ورزش کے ذریعے اپنے عضلات کو مضبوط بنائیے:

آج کے مشینی دور میں ورزش کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ ورزش ایک بہترین اینٹی ڈپریشن عمل ہے۔

ورزش یا چہل قدمی سے انسان کے جسم میں ایسے ہارمونز خارج ہوتے ہیں، جنہیں "اینڈورفین

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

ٹیکس سے بچنے کے لیے زمین کی قیمت کم لکھوانا

سوال: زمین کی خرید وفروخت کے وقت اصل قیمت سے کم لکھواتے ہیں، تاکہ حکومتی ٹیکس کم دینا پڑے۔ کیا اس کی گنجائش ہے؟

جواب: آج کل چوں کہ حکومت کے عائد کردہ بعض ٹیکس ظالمانہ ہوتے ہیں اور بعض ٹیکسوں کی شرح فیصد بہت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے اس ظلم سے بچنے کے لیے یا تو حکومت سے گفت وشنید کرکے کوئی ایسی صورت نکال لینی چاہیے، جس میں شرعاً بھی کوئی قباحت نہ ہو اور آپ کے لیے بھی وہ صورت مناسب ہو، لیکن اگر ایسی کوئی صورت نہ بن سکے تو پھر توریہ کے طور پر کاغذات میں زمین کی قیمت اصل قیمت سے کم لکھوانے کی گنجائش ہے۔

ٹیکس سے بچنے کے لیے انڈرانوائسنگ (مال کی قیمت کم بیان) کرنا

سوال: میں نے یہ پوچھنا تھا کہ یہ جو بل پیچک ایکسپورٹ کے بناتے ہیں، ان میں ٹیکس سے بچنے کے لیے اشیا کی قیمت کم دکھاتے ہیں، تاکہ ان پر ٹیکس عائد نہ ہو کیا یہ آمدن حلال ہے یا حرام؟

جواب: صورتِ مسؤلہ میں (UnderInvoicing) یعنی ٹیکس سے بچنے کے لیے مال کی قیمت حقیقت کے خلاف ظاہر کرنا، ظاہر ہے کہ ایک غلط بیانی اور دھوکہ ہے، جس کی عام حالات میں اجازت نہیں دی جاسکتی، البتہ اگر کہیں ظالمانہ ٹیکسوں کی وجہ سے بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں انڈرانوائسنگ کی گنجائش ہو سکتی ہے، کیوں کہ اصل قیمت سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے کم قیمت شو کرنا صریح جھوٹ نہیں، اس لیے کہ جو کم قیمت شو کی گئی ہے، مال اتنے کا تو یقینی ہے، بقیہ کا نفی یا اثبات میں ذکر نہیں کیا گیا، تاہم اس طریقہ کو بھی حقیقی ضرورت کے پیش نظر ہی اختیار کرنا چاہیے۔ اس فعل کے باوجود بھی آپ کی آمدنی حرام نہ ہوگی، بشرطیکہ اصل کاروبار حلال ہو۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہر حال میں ٹیکسوں سے بچنے کا عمومی تصور بھی شریعت کی نظر میں مناسب نہیں ہے۔

کرایہ دار نے آرائش وغیرہ کا کام کرایا تو کیا اس کا خرچہ مالک پر لازم ہے؟

سوال: میں نے اپنا مکان ایک شخص کو کرایہ پر دیا، اس شخص نے میری اجازت اور مجھے بتائے بغیر میرے مکان میں کچھ آرائش کا کام کروالیا، مجھے اس کا علم تب ہوا جب مکان خالی ہوا، اب وہ شخص کہتا ہے کہ اس آرایشی کام پر میرے اتنے پیسے لگے ہیں، لہٰذا آپ مجھے وہ پیسے دیں۔ کیا مجھ پر وہ پیسے دینے لازم ہیں؟ جب کہ نہ اس نے مجھ سے وہ کام کرنے کی اجازت لی اور نہ ہی مجھے بتایا اور نہ میرا وہ کام کروانے کا کوئی ارادہ تھا!

جواب: کرایہ دار نے آپ کی اجازت ورضامندی کے بغیر مکان میں آرایش وغیرہ کا جو کام کرایا ہے، اس کا خرچہ آپ کے ذمے لازم نہیں ہے۔

اس شرط پر گاڑی کرائے پر دینا کہ اس میں جو بھی خرچہ نکلے، وہ کرایہ دار پر ہوگا

سوال: اگر کوئی شخص کسی کو اپنی گاڑی کرائے پر دے اور یہ طے کرے کہ آپ ماہانہ دس ہزار روپے کرایہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے اور گاڑی میں کوئی نقصان ہوا یا کام نکلا تو آپ ہی ذمہ دار ہوں گے، اس نقصان کا خرچہ میں نہیں اٹھاؤں گا۔ اس اجارے کا کیا حکم ہے؟

جواب: واضح ہو کہ عقدِ اجارہ (کرایہ داری) کا اصول یہ ہے کہ کوئی ایسی شرط نہ لگائی جائے جو اجارے کے مقتضا کے خلاف ہو۔ کرائے پر دی جانے والی چیز کی مرمت کے کام کا خرچہ اس چیز کے مالک پر ہوتا ہے، البتہ اگر کرایہ دار کی غلطی کی وجہ سے خرچہ نکلا ہو تو وہ کرایہ دار پر ہوگا۔ صورتِ مسئولہ میں مذکورہ شرط لگانے کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ شرط اجارے کے مقتضا کے خلاف ہے، لہٰذا نقصان کی ذمہ داری کرایہ دار کی طرف سے تعدّی نہ ہونے کی صورت میں کرایہ دار پر نہ ڈالے۔

فوڈپانڈا کے ذریعہ کھانا منگوانا اور ڈسکاؤنٹ کوڈ استعمال کرنا

سوال: آج کل فوڈپانڈا (foodpanda) کے ذریعہ آن لائن کھانے منگواتے ہیں، اگر کسی کا ان کی ویب سائٹ یا ایپ پر اکاؤنٹ بنا ہوا ہو (جو کہ بالکل فری میں بنتا ہے) تو کبھی کبھار فوڈپانڈا کی طرف سے میسج یا ای میل میں ایک کوڈ بھیجا جاتا ہے، جسے استعمال کرنے سے آرڈر میں کچھ فیصد ڈسکاؤنٹ ملتا ہے، (10، 20 یا 30 فیصد تک) سوال یہ ہے کہ فوڈپانڈا یا اس جیسی کوئی دوسری ایپ وغیرہ سے کھانے منگوانا اور ان کے ڈسکاؤنٹ کوڈ وغیرہ استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: مذکورہ ویب سائٹ یا ایپ سے اکاؤنٹ مفت میں بنتا ہے اور کوڈ استعمال کرنے پر ڈسکاؤنٹ ملتا ہے تو اس ویب سائٹ یا ایپ سے کھانا منگوانا اور ان کے ڈسکاؤنٹ کوڈ استعمال کرنا شرعاً جائز ہے۔

واٹس ایپ گروپ میں سلام کا جواب دینے کا حکم

سوال: واٹس ایپ گروپ میں سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟

جواب: واٹس ایپ گروپ یا کسی بھی تحریر میں سلام کا جواب زبان سے دینا تو واجب ہے، تحریری طور پر واجب نہیں ہے، البتہ مستحب ہے۔

دعوتِ ولیمہ میں باپ کی جگہ بیٹے کا جانا

سوال: ہمارے ہاں رواج ہے باپ اپنی جگہ ولیمہ کی دعوت پہ بیٹے کو بھیج دیتا ہے تو ایسی صورت میں باپ کے لیے بلا شرعی عذر کے جو دعوت قبول کرنا لازم تھا کی شرط پوری ہو جائے گی؟ اور بیٹا باپ کی جگہ چلے جانے کی صورت میں بن بلائے مہمان کی طرح تو نہیں ہو گا؟ جس کے بارے میں ممانعت ہے؟

جواب: واضح رہے کہ مسلمان کے مسلمان پر حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دعوت دے تو اس کو قبول کرنا چاہیے اور جس کو دعوت دی جائے، اس کو چاہیے کہ وہ دعوت میں شریک ہو کر سنت کو زندہ کرے۔
لہٰذا صورتِ مسئولہ میں دعوتِ ولیمہ پر جانے کا مدار عرف پر ہے، اگر عرف میں یہ رائج ہو کہ جو دعوت نامہ گھر کے بڑے کے پاس آتا ہے اور وہ اپنی جگہ اپنے بیٹے کو بھیجتا ہے اور میزبان بھی اس بات کو برا نہ مانتا ہو تو عرف کا اعتبار کرتے ہوئے باپ پر جو دعوت قبول کرنا لازم تھا، وہ حق ادا ہو جائے گا اور بیٹا بن بلائے مہمان کی طرح نہیں ہو گا، البتہ اگر مہمان نواز کو یہ برا لگتا ہو تو شرعاً بیٹے کا جانا درست نہ ہو گا۔

بقیہ

ذہنی دباؤ اور ڈپریشن

اور سیروٹینین" خوشی کے ہارمونز کہا جاتا ہے۔ یہ انسان کو خوش رکھتے ہیں، جہاں خوشی ہو، وہاں غم یا مایوسی کا کیا کام!

اپنی سوچ مثبت رکھیے:

ہر وقت یا ہر غلطی پر خود کو الزام مت دیجیے، دوسروں کی طرح خود کو بھی معاف کرنا سیکھیے، جونہی منفی سوچیں آپ کو گھیرنے لگیں، انھیں کسی مثبت کام یا سوچ میں تبدیلی کر دیجیے، یعنی اپنی توجہ دوسری طرف مبذول کر دیجیے۔ شروع میں آپ کو شعوری کوشش کرنا ہو گی، پھر عادت بن جائے گی اور لاشعوری طور پر اپنی منفی عادات اور سوچوں سے چھٹکارا ممکن ہو گا۔

اگر خود ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو کسی ماہرِ نفسیات سے مدد لی جاسکتی ہے۔ یہ تمام طریقے اس وقت کارگر ہوں گے، جب مرض کی نوعیت سنگین نہ ہو، لیکن اگر بیماری میں شدّت ہو تو ضرور معالج سے مدد لیجیے۔ اس میں جھجکنے یا لوگوں سے خوف زدہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی سب سے اعلیٰ تخلیق ہیں، اپنی زندگی کو فضول باتوں یا غیر اہم لوگوں کی وجہ سے داؤ پر نہ لگائیے، بلکہ ہمت سے کام لیتے ہوئے اس مرض پر قابو پائیے اور زندگی کا لطف اٹھائیے! کوشش شرط ہے۔

اکثر احباب شیزوفیرینیا اور بائی پولر ڈس آڈر ہونے کی وجہ معلوم کرتے ہیں، ان امراض کے لاحق ہونے کے مختلف عوامل ہیں، اگر شیزوفیرینیا کا ذکر کریں تو یہ موروثی مرض ضرور ہے، لیکن اس کے لاحق ہونے میں ماحول کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے، اگر ایک فرد کا ماحول صحت مند ہے تو وہ شیزوفیرینیا کا شکار نہیں ہو گا۔ جدید تحقیق کے مطابق شیزوفیرینیا ذہنی مرض ہے، چند دہائیوں قبل اس بیماری کا مؤثر علاج دستیاب نہیں تھا، لیکن اب کئی مؤثر ادویات میسر ہیں، جن کے استعمال سے پیچیدگیوں کے امکانات کم سے کم ہو جاتے ہیں اور مریض بہتر زندگی گزار سکتے ہیں۔ علاج کے ضمن میں شیزوفیرینیا کے ابتدائی دو برس بہت اہم ہیں کہ اس عرصے میں مریض کے دماغ میں ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہوتی ہے، یہ امر افسوس ناک ہے کہ ہمارے یہاں زیادہ تر مریض دو سال کے بعد رجوع کرتے ہیں اور جب تک وہ دماغ کو خاصا نقصان پہنچا چکا ہوتا ہے۔ یہاں میں یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ جب بھی کسی فرد کا رویّہ اعتدال سے ہٹ کر محسوس کریں، مثلاً اس کی باتوں میں ربط نہ ہو، کھانے پینے اور صفائی ستھرائی سے لاپرواہی برتے، لوگوں سے الگ تھلگ رہے، عجیب حرکات کرے تو فوری طور پر ماہرِ نفسیات سے رجوع کریں، تاکہ بروقت علاج سے ذہن کو مزید نقصان پہنچنے سے بچا لیا جائے۔

بائی پولر ڈس آڈر میں شخصیت دورخی ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ کبھی مریض حد سے زیادہ خوش ہوتا ہے، کبھی بے حد اداس! ان دونوں کیفیات میں توازن برقرار رکھنے کے لیے خاص قسم کی ادویات تجویز کی جاتی ہیں، تاکہ مزاج بہتر رہے۔

اکثر احباب سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کے سبب کوئی شخص خودکشی کا مرتکب ہوتا یا اس سے متعلق سوچتا ہے؟ شاید ہی کوئی فرد ایسا ہو جو اپنی زندگی میں مختلف طرح کے مسائل سے نبرد آزما نہ ہو، تاہم! خودکشی سے متعلق سوچنے والے یا اس کے مرتکب افراد مسائل، پریشانیوں اور مختلف وجوہ کی بنا پر اس حد تک اپنی زندگی سے مایوس اور نااُمید ہو جاتے ہیں کہ انھیں اپنی ہر پریشانی، مسئلے کا حل صرف موت ہی نظر آتا ہے، اگر کوئی فرد خودکشی کا لفظ بھی استعمال کرے تو اسے عام افراد کی نسبت زیادہ اہمیت دیں، کیوں کہ عام افراد کی نسبت ان لوگوں میں اقدامِ خودکشی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

آپ نے ذہنی دباؤ اور ڈپریشن کے متعلق علمی تحریر ملاحظہ کی، قرآنِ حکیم میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ذہنی دباؤ سے نجات کے لیے ہمیں کیا ہدایات دی ہیں۔

جتنے خسارے ہیں، اعمال ہمارے ہیں!

مہنگائی کے افریت نے لوگوں کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے کہ خودکشی کر لیں یا بچوں کو مار دیں۔ ان نامساعد حالات کا دوش اداروں کو نہ دیں، بلکہ اپنے اعمال پر بھی غور کریں، شاعر نے اس موقع پر کیا خوب کہا ہے کہ

تبصرہ جب کسی پر کیا کیجیے   آئینہ سامنے رکھ لیا کیجیے

اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں فرمایا: اگر بندے گناہ چھوڑ دیں اور کثرت سے توبہ واستغفار کریں تو وہ زمین سے اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا کرے گا اور آسمان سے نعمتوں کی بارش برسائے گا اور انھیں مال واولاد سے بھی نوازے گا۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

"جو شخص اللہ سے تقویٰ اختیار کرے گا، اللہ اس کو مصیبت سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا، جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو۔"

SO CLOSE TO
100
Perfect
FRESHENER
ROOM FRESHENER
99
LA PERFUME
رہو خوشبوؤں میں
Perfect
FRESHENER

مسئلہ فلسطین
پس منظر اور ہماری ذمے داریاں

مفتی سید انور شاہ

اس وقت اسرائیل معصوم فلسطینیوں کو نشانہ بنا رہا ہے۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ قبلہ اوّل بیت المقدس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ عدل و انصاف کے ایوانوں میں مظلوم فلسطینیوں کی لاشیں تڑپ رہی ہیں۔ ہر سینہ فگار ہے۔ ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ظلم کے متوالے خونخوار درندوں کی طرح غرا رہے ہیں۔ آج فلسطین اپنے ہی لہو میں ڈوبا ہوا ہے۔ کئی دن کی متواتر بمباری اور میزائلوں کی بارش میں نہ جانے کتنے گھروں کے چراغ گل ہو گئے، کتنے سہانے اجڑ گئے، کتنے بچے یتیم ہوئے۔

غزہ پر ابھی حالیہ اسرائیلی حملوں میں سینکڑوں بچے شہید ہو چکے ہیں۔ نیو یارک ٹائمز نے شہید ہونے والے کئی فلسطینی بچوں کی تصاویر، ان کے نام، عمر اور دیگر حاصل کوائف شایع کی ہیں۔ خلیجی جریدے ''القدس العربی'' نے انکشاف کیا ہے کہ غزہ میں شہید ہونے والے بیشتر بچوں کی اموات گھروں اور عمارات پر وحشیانہ اسرائیلی بمباری کی وجہ سے ہوئیں۔ جریدے کا کہنا ہے کہ غزہ میں شہید بچوں کی عمریں چند ماہ سے 14 برس تک تھیں۔ اسرائیلی جرائم اور بچوں پر مظالم کی ہولناکی کا اندازہ امریکی جریدے ''نیویارک ٹائمز'' کی تصویری رپورٹ سے کیا جا سکتا ہے۔ ہر فلسطینی بچے کی تصویر اسرائیلی سفاکی اور عالمی برادری کی بے حسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ان آہوں، سسکیوں اور چیخوں نے ان کے ذہنوں اور کانوں پر ذرا بھی اثر نہیں کیا۔ وہ زخمی انگلیوں سے زنجیر عدل ہلا رہے ہیں، لیکن اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے ایوانوں میں کوئی گونج سنائی نہیں دے رہی۔ کیا فلسطین کا غم دائمی ہے؟ کیا اس خزاں کے لیے کبھی کوئی بہار نہیں؟ کیا اس زخم کے لیے کوئی مرہم نہیں؟ کیا اس بسمل کے لیے کوئی مسیحا نہیں؟ کیا اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیمیں یونہی تماشائی بنی رہیں گی؟ ایسی صورتِ حال میں ہمارے اوپر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ اور ہم کس حد تک فلسطینی بھائیوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ اس تفصیلات میں جانے سے قبل مسجدِ اقصیٰ کے کچھ فضائل ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ کے فضائل: اس روئے زمین پر دو جگہوں کو یہ اعزاز اور شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جگہوں کو عبادت کرنے والوں کے لیے قبلہ قرار دیا ہے۔ ایک بیت المقدس اور دوسرا بیت اللہ۔ مسجدِ اقصیٰ کو مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کے بعد تیسرا مقدّس ترین مقام ہے، چناں چہ جب نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہلے مسجدِ اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے تقریباً سترہ مہینے تک نمازیں ادا کرتے رہے۔ صحابیِ رسول ﷺ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں:

وَأَنَّهُ صَلَّى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ (صحیح البخاری، کتاب الایمان)

''رسول اللہ ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی اور آپ کی خواہش یہ تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ کی جانب ہو۔''

مسجدِ اقصیٰ وہ مقدّس سرزمین ہے، جس کی بنیاد اس زمین پر مسجدِ حرام کے چالیس برس بعد رکھی گئی۔

اس حوالے سے ابوذر غفاری فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوَّلِ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ، قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ عَامًا، ثُمَّ الْأَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ، فَحَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ (صحیح البخاری: کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ''روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر کی گئی ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسجدِ حرام۔'' پھر میں نے سوال کیا: ''اس کے بعد کون سی مسجد تعمیر کی گئی ہے؟'' آپ ﷺ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''اقصیٰ۔'' میں نے پوچھا: ''ان دونوں کے درمیان کتنی مدّت کا فاصلہ ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''چالیس سال۔'' اب پوری زمین تمہارے لیے مسجد ہے، جہاں بھی تمھیں نماز کا وقت آجائے، پس نماز پڑھ لو۔'' حضراتِ محدّثین نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے مسجدِ حرام کی بنیاد رکھی۔ اس کے چالیس سال بعد مسجدِ اقصیٰ کی بنیاد رکھی گئی، یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی تعمیر کی تجدید فرمائی، اسی طرح مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی تجدید حضرت یعقوب یا داؤد علیہما السلام نے فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تعمیر کی تکمیل فرمائی۔ (فتح الباری)

مسجدِ اقصیٰ روئے زمین پر قائم ان تین مساجد میں سے ایک ہے، جن کی طرف عبادت اور ثواب کی نیت سے باقاعدہ دور دراز سے سفر کرنے کی جنابِ نبی کریم ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو مختلف ابواب کے تحت ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى (بخاری و مسلم)

عبادت کی نیت سے صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے، مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ۔ مسجدِ اقصیٰ وہ مسجد ہے، جس کی طرف آپ ﷺ کا سفرِ معراج ہوا اور اسی موقع پر آپ ﷺ نے مسجدِ اقصیٰ میں تمام انبیائے کرام کی امامت فرمائی۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک آپ کے اس سفرِ مبارک کو قرآنِ کریم نے یوں بیان فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (الاسراء: 1)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم انھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ ہر بات سننے والی اور ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے۔ بہر حال! قرآن و حدیث میں مختلف مقامات میں اس مبارک مسجد کا ذکر آیا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں اس مسجد کے ارد گرد جگہوں کو برکت والی جگہیں کہا گیا ہے۔ ان وجوہ کے پیش نظر دنیا بھر کے مسلمان مسجدِ اقصیٰ اور قدس سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ کا تاریخی پس منظر:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے 16ھ میں بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور ان کے سامنے اپنا موقف رکھا۔ نہ ماننے کی صورت میں قتل اور صلح کی صورت میں جزیہ اور خراج کا حکم سنایا۔ انھوں نے صلح کی شرائط میں ایک خاص شرط کا اضافہ لازمی قرار دیا، وہ یہ کہ عہد نامہ خود خلیفۂ وقت آکر لکھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھ کر ساری صورتِ حال سے آگاہ کرکے فرمایا: آپ کے یہاں تشریف لانے سے بیت المقدس بلا جنگ قبضہ میں آسکتا ہے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے بیت المقدس جانے پر راضی ہوگئے۔ یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسجدِ اقصیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگئی۔ (البدایۃ والنہایۃ:334/12)(تاریخ اسلام:329/1) فتح کے کافی عرصے بعد اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے 65ھ میں اس کی تعمیر اور مرمت کا کام شروع کیا۔ ولید بن عبد الملک نے مصر کے سات سال کا خراج اس کی تعمیر کے لیے وقف کردیا۔ جب 407ھ میں قبر کی دیواریں منہدم ہوگئیں تو 413ھ میں ظاہر فاطمی نے از سرِ نو اس کو تعمیر کیا۔ اس دوران کفار نے مسلمانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے 492ھ بمطابق 1099ء میں پہلی صلیبی جنگ کے دوران یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرکے کئی ہزار مسلمانوں کو شہید کردیا۔ تقریباً 91 سال تک مسجدِ اقصیٰ ان کے قبضہ میں رہی، پھر سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوحات کے سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے ان کے جانشین سلطان الناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب نے 553ھ میں دوبارہ قبضہ کرکے مسجد کی صفائی کرواکر اس کی مرمت فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے قبلۂ اوّل کی آزادی کے لیے 16 جنگیں لڑیں۔ (خطط الشام:253/5) پہلی جنگِ عظیم دسمبر 1917 کے دوران انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کرکے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ یوں 1920 کی دہائی سے لے کر 1930 کی دہائی کے دوران یہاں آنے والے یہودیوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ 1947 میں ووٹنگ کے ذریعے اقوامِ متحدہ نے فیصلہ کیا کہ فلسطین کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا جائے، جن میں ایک یہودی ریاست اور ایک عرب ریاست، جبکہ یروشلم (بیت المقدس) ایک بین الاقوامی شہر ہوگا۔ اس تجویز کو یہودی رہنماؤں نے تسلیم کرلیا، مگر عربوں نے بہ کثرت مسترد کردیا۔ 15 مئی 1948 کو اقوامِ متحدہ امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کی حمایت سے یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کردیا۔ 1967 میں اسرائیل نے فلسطین اور بیت المقدس پر قبضہ کرلیا اور ابھی تک ان کے قبضہ میں ہے۔

ہماری ذمہ داریاں: واضح رہے کہ مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی صرف عربوں یا فلسطینیوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہودی ہمیشہ اسے عربوں کا مسئلہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو اپنی ذمہ داری نبھانا ہوگی۔ صرف اُمیدوں اور آرزوؤں سے قبلۂ اوّل کی آزادی ممکن نہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں درج ذیل امور کا اہتمام کرنا چاہیے:

1. مسجدِ اقصیٰ اور فلسطینی مسلمانوں کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا جائے۔
2. جان ومال کے ذریعے اہلِ فلسطین کی مدد ونصرت کرنے کی سچی نیت اور ہر وقت اس کا استحضار رکھا جائے۔
3. اسرائیل کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ بائیکاٹ نہ کرنے کی صورت میں ہم اسرائیل کو مضبوط کرنے میں معاونت کرنے والے ثابت ہوں گے۔
4. مستقل طور پر اہلِ فلسطین کی مالی معاونت کی جائے، بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ مالی تعاون کے سلسلے میں مسئلۂ فلسطین کے لیے ایک بجٹ متعین کریں، اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو، مہینے کی بنیاد پر ہو یا سالانہ، نیز گھر والوں اور متعلقین کو اس بات پر آمادہ کریں کہ فلسطینی شہید کے گھر والوں کی کفالت میں یا کسی یتیم کی کفالت میں حصہ لیں۔ اس صورت میں جتنا ثواب کام کرنے والے کو ملتا ہے، اتنا ہی ثواب ہمیں بھی ملے گا، بہر حال! فلسطین کے بے یار ومددگار زخمیوں، یتیموں، بیواؤں، بے گھروں اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے ظلم اور درندگی کا نشانہ بننے والوں کے لیے مالی، قانونی اور سیاسی ذرائع کا استعمال کریں اور اس سلسلے میں ایسے اداروں کے ساتھ تعاون کیا جائے، جن کی فلسطین تک پہنچ ہے۔ وطنِ عزیز ملکِ پاکستان میں عالم اسلام کا با اعتماد ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی فلسطین تک پہنچ ہے۔ ہم ان کے ذریعے فلسطین تک مدد پہنچا سکتے ہیں۔ بیت المقدس اور فلسطین کی تاریخ کے سلسلے میں خود بھی مطالعہ کریں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔ کبھی کسی کو اس سے متعلق کوئی مستند کتاب ہدیہ کردیا کریں۔ قرآن مجید میں یہود کے متعلق تفصیلات پڑھیں اور یہود سے اچھی طرح واقفیت حاصل کریں، نیز اہلِ فلسطین کے کارناموں اور ان کے بہادری کے واقعات اپنے گھر والوں اور احباب کو سنائیں۔ بچوں کو فلسطین کی سرزمین کی اہمیت وتقدّس سے واقف کرایا جائے، خواتین اپنے بچوں میں مسجدِ اقصیٰ کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں تاریخ، ترانوں اور دیگر چیزوں سے مدد حاصل کریں۔
5. حسبِ موقع کبھی کبھی مسئلۂ فلسطین کی اہمیت کے متعلق مختلف پروگراموں کا انعقاد کریں، جن کے ذریعے امت میں نیک جذبہ اور بیداری پیدا ہو اور باطل قوتوں پر یہ واضح ہوجائے کہ امتِ مسلمہ اس مسئلہ سے غافل نہیں ہے۔
6. ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس مسئلے کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

احساس

لائبہ عبدالستار

روز کی طرح اللہ دتہ آج بھی مزدوری پر گیا تھا کوئی ماہانہ تنخواہ تو تھی نہیں، روز کی دیہاڑی تھی مگر افسوس صبح سے لے کر دوپہر ہوچکی تھی، کوئی کام نہ مل سکا۔ فٹ پاتھ پر بیٹھے بیٹھے وہ بے زار ہو رہا تھا، گھر پہ چھوٹا بیٹا بیمار تھا کچھ پیسے ہوتے تو ڈاکٹر کے پاس لے جاتا، مگر روز کی بڑھتی مہنگائی بچت کہاں ہونے دیتی تھی جو مزدوری بنتی وہی خرچ ہوجاتی ایک پنکھا اور ایک ہی لائٹ تھی جس کا ماہانہ بل بہت مشکل سے ادا ہوتا، بیوی سلائی کرکے کام میں ہاتھ بٹادیا کرتی تھی۔۔

مزید دو گھنٹے انتظار کے بعد اچانک سامنے سے سیاہ کار سے سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس ایک شخص نکلا "اللہ دتہ کی آنکھیں چمک اٹھیں"

"السلام علیکم صاحب! کوئی کام ہے؟"

اللہ دتہ کی آواز میں بڑی امید تھی۔

"نہیں کام تو کوئی نہیں"

"اچھا!" اللہ دتہ کا دل بجھ گیا۔

"مگر میں آیا تمہارے ہی پاس ہوں اور تمہیں لینے آیا ہوں تمہاری امداد کرنے" چلو میرے ساتھ۔

"مگر صاحب کہاں؟"

"میں راشن تقسیم کر رہا ہوں" بس اسی اگلے محلے میں ٹینٹ لگا ہے چلو تمہیں بھی مل جائے گا۔

"مگر بڑے صاحب مجھے مزدوری پر کام مل جاتا تو یہ راشن سے زیادہ اچھا تھا آپ کوئی کام دے دیں مجھے۔" نہایت عاجزانہ گزارش کی گئی۔

"ایک تو میں تمہیں لے کر جا رہا ہوں اوپر سے تمہارے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے ناشکرے لوگ، بیٹھے رہو یہیں دھوپ میں مزدوری کے انتظار میں۔"

انتہائی تلخ لہجے میں کہا گیا۔

جہادِ فلسطین

عصمت اسامہ

ارضِ فلسطین جسے "انبیاء کی سرزمین" بھی کہا جاتا ہے، آج کل لہولہان ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہاں سے آنے والی زخمی بچوں اور لاشوں کی تصاویر اور ویڈیوز کو دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ اسی امت مسلمہ کے جگر گوشے ہیں اور یہ امت ایک جسم کی مانند ہے جس کے ایک حصے میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے۔ ان حالات میں ایک جنگ وہ بھی ہے جو سوشل میڈیا پر لڑی جا رہی ہے، آپ اسے "نظریات کی جنگ" بھی کہہ سکتے ہیں۔ کچھ لوگ "حماس" پر اعتراض کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اسے کیا ضرورت تھی، اپنے سے بڑی طاقت یعنی اسرائیل سے پنگا لینے کی؟ بعض لوگ حماس کو غلط عقائد رکھنے والی تنظیم ثابت کر رہے ہیں اور کچھ تو اسے اسرائیل کی اپنی تیار کردہ جماعت کا نام دے رہے ہیں۔ حقیقت ان سب مفروضوں سے بالکل مختلف ہے۔ "حماس" کا اصل نام "حرکۃ المقاومۃ الاسلامیہ" ہے، یہ ایک صحیح العقیدہ جماعت ہے جس کی بنیاد "شیخ احمد یاسین" نے 1987 میں رکھی تھی اور انھوں نے شہید ہونے سے قبل پیشین گوئی کی تھی کہ اسرائیل 2025ء تک ختم ہو جائے گا، حماس کی حالیہ جدوجہد اسی نصب العین کی طرف پیش رفت ہے۔ فلسطینی مسلمان کئی برس سے اسرائیلی ظلم و بربریت کا نشانہ ہیں لیکن "قبلہ اول بیت المقدس" کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔ 7 اکتوبر سے جہاد کی نئی لہر اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ ناجائز تسلط سے آزادی کی تحریک ہے جو فلسطینیوں کا حق ہے۔ اس تحریک کو ایک نئی انتفاضہ کے طور پر بھی دیکھا جا رہا ہے۔ اس کے چند امید افزاء پہلوؤں کو سامنے لانا بہت ضروری ہے تاکہ معاملہ کو درست رخ میں دیکھا جا سکے۔

اول: حماس نے غاصب قوت اسرائیل سے برسرپیکار ہو کے اذہان سے اسرائیل کے ناقابلِ شکست ہونے کا میتھ ختم کر دیا ہے۔

دوم: اسرائیل کی ٹیکنالوجی، حفاظتی شیلڈ کا تصور بھی ختم کر دیا ہے۔

سوم: اپنے خود ساختہ ہتھیاروں، یاسین 105، تارپیڈو، وغیرہ سے اسرائیل کی جدید ٹیکنالوجی کو شکست اور ہزیمت سے دوچار کر دیا ہے۔

چہارم: یہودی خود اپنی انٹیلیجنس کی ناکامی کا اعتراف کر رہے ہیں۔ "موساد" کے سابق چیف نے لکھا کہ "شاید موسیٰ کا خدا ہم سے ناراض ہو گیا ہے"۔

پنجم: تاریخ میں پہلی بار اسرائیل کے شہریوں نے خوف زدہ ہو کر ملک سے فرار کا راستہ اختیار کیا ہے۔

ششم: اسلامی ممالک میں سے جو ممالک بیرونی دباؤ کے زیر اثر، اسرائیل کو تسلیم کرنے جا رہے تھے، اب وہ اپنے اس ارادے میں ناکام ہو گئے ہیں بلکہ عوام میں فلسطین کی حمایت دیکھ کر غزہ میں جنگ بندی کا موقف اپنانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

ہفتم: فلسطین میں جاری جہاد نے مومنین اور منافقین کی پہچان واضح کر دی ہے اور اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم نے ثابت کیا ہے کہ "امت مسلمہ" کا ضمیر ابھی زندہ ہے اور وہ اپنے بھائیوں کے خون کی قیمت پر تجارت نہیں کرے گی۔

ہشتم: حماس کے جہاد سے دنیا بھر میں دیگر جدوجہد آزادی کی تحاریک کو تقویت بخشی ہے، قرآن پاک کی اس آیت کے مصداق کتنی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹی جماعت، بڑی جماعت پر غالب آگئی، اللہ کے حکم سے اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (البقرۃ: 249)

بہر حال یہ جہاد ابھی جاری ہے اور ہر مسلمان کو اس میں اپنا حصہ ضرور ڈالنا چاہیے کیوں کہ فلسطینی تو اپنے رب کے ہاں سرخرو ہو چکے، اصل امتحان تو ہمارا ہے کہ ہم کیا کردار ادا کرتے ہیں! بقول اقبال:

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا پھر کسی کو کسی کا امتحاں مقصود ہے

"اچھا اچھا صاحب غصہ نہ ہوں، مم۔۔۔۔۔۔ میں چلتا ہوں، آپکے ساتھ۔"

اللہ دتہ نے سوچا اگر شام تک مزدوری نہ ملی تو راشن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

چلو کچھ دن کے لیے راشن سے بے فکری تو ہو جائے گی۔

پینٹ کوٹ میں ملبوس شخص نے چشمہ آنکھوں پر لگایا اور بغیر کچھ کہے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔۔۔

پانچ منٹ گاڑی مسلسل چلنے کے بعد ایک کیمپ کے آگے رکی۔۔۔

کیمپ کے باہر لائن لگی تھی جس میں گرمی سے بے حال ہوتے لوگ، سفید ڈاڑھی، جھکی کمر والے کانپتے وجود، راشن کی باری کے انتظار میں کھڑے تھے۔

ایک ایک کر کے باری آتی، ایک بندہ آگے جاتا، چھوٹا تھیلا لیے کیمرے کے آگے تصویر کھنچوا کر رخصت ہوتا۔

اللہ دتہ کی غیرت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ وہ کیمرے کے سامنے جائے پھر ٹی وی پر راشن کے ساتھ اس کی تصویر نشر ہو، اسے اس جگہ سے وحشت ہونے لگی،

راشن تقسیم کرنے والے کر تو نیک کام رہے تھے مگر ساتھ میں ریاکاری کا دیمک اس نیک عمل کو کھا رہا تھا۔

کیا ان راشن تقسیم کرنے والوں کو واقعی احساس تھا؟

یا بس اپنا بڑا پن اور ریاکاری کرنا مقصود تھا؟ احساس تو کہیں نہ دکھتا تھا کہ باہر گرمی میں لائن میں لگے لوگوں کی تکلیف، اور مشقت کے باوجود ایک راشن کے تھیلے کے لئے اتنی جدوجہد کے پیچھے چھپی مجبوری کو وہ محسوس نہیں کر رہے تھے ان کے نزدیک کیمرے کے سامنے آنے والے کمزور لوگوں کی عزت نفس کہاں تھی بلکہ عزت نفس تو بس انہی مالداروں کی تھی۔

آنکھوں میں تیرتی ہوئی نمی کو لے کر اللہ دتہ کے قدم واپسی کو مڑے ساتھ ہی وہ سوچ رہا تھا۔

کیا غریب بندہ کی کوئی عزت نفس نہیں؟ کیا ان کے احساسات نہیں ہوتے؟

موسم سرما کی سوغات

حفصہ فیصل

سردیوں کا موسم ہو اور گڑ کا ذکر نہ کیا جائے! ناانصافی ہے۔ گڑ زمانۂ قدیم سے ایک دیسی اور روایتی سوغات سمجھی جاتی ہے۔ خصوصاً سردیوں میں اس کا استعمال ایشیائی ممالک میں کثرت سے کیا جاتا ہے۔ بڑی عمر کی خواتین گڑ کو بے انتہا پسند کرتی ہیں، زمانۂ قدیم میں تو سفید چینی کا تصور تک نہ تھا۔ گنے کو پکا کر گڑ بنا کر اسے ہی میٹھی اشیا کی تیاری میں استعمال کیا جاتا تھا، جو نہ صرف مٹھاس کے تقاضے کو پورا کرتا بلکہ کھانے کی لذّت اور ذائقے کو بھی چار چاند لگا دیتا۔ شمالی علاقہ جات کے اکثر چاق چوبند بوڑھے افراد اپنی صحت کا راز گوشت اور گڑ کو ہی گردانتے ہیں۔ وہاں جسم کو گرم رکھنے کے لیے کالے تل کے ساتھ گڑ ملا کر لڈو بنائے جاتے ہیں، جو سرد علاقوں میں رہنے والوں کو سردی سے بچاؤ میں معاونت کرتے ہیں۔

گڑ کی چائے، گڑ والے چاول، گڑ کی مٹھائیاں، میوے والا گڑ اور گڑ کا شربت انتہائی لذیذ، مفید اور صحت بخش غذائیں شمار ہوتی ہیں۔ گڑ کے فوائد کے ساتھ اس کا صحت بخش ہونا سونے پر سہاگا ہے۔

گڑ میں کیلشیم اور فاسفورس پایا جاتا ہے، جو کہ ہماری ہڈیوں کو مضبوط بناتا ہے۔ کھانسی میں گڑ کی چائے بنا کر پئیں جس سے کھانسی بہت جلد دور ہو جائے گی۔ گڑ خون کو صاف کرتا ہے، جس سے رنگ بھی صاف شفاف ہوتا ہے۔ جسم پر جھائیوں اور خون کی کمی سے پڑ جانے والے نشانات کو ختم کرنے میں بے حد مفید ہے۔

موسم سرما میں کچھ ایسی قدرتی غذائیں موجود ہوتی ہیں، جن کا استعمال ٹھنڈ کو بھگانے کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ ایسی غذاؤں کے استعمال سے سردیوں میں ہونے والی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے، جن میں گڑ سر فہرست ہے۔

گڑ کے فوائد

1. گڑ جسم پہ پڑ جانے والے نشانات کو ختم کرنے میں بے حد مفید ہے۔
2. گڑ بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے۔
3. گڑ یادداشت اور جگر کی کارکردگی کو بہتر بناتا ہے۔
4. گڑ سر درد کو دور بھگاتا ہے۔
5. گڑ کا استعمال ورم اور سوجن سے نجات دلاتا ہے۔
6. گڑ خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔
7. گڑ برانکائیٹس جیسی بیماری سے لڑنے میں مدد کرتا ہے۔
8. گڑ تھکاوٹ کا خاتمہ کرتا ہے۔
9. قبض کی شکایت دور ہوتی ہے۔
10. دمے جیسی بیماری میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔
11. رات کو سونے سے کچھ دیر پہلے گڑ کے استعمال سے نظام ہاضمہ درست رہتا ہے۔
12. گڑ میں پوٹاشیم، آئرن اور کیلشیم اور دیگر منرلز پائے جاتے ہیں جو ہماری جسمانی بیماریوں کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

گڑ نہ صرف بیماریوں بلکہ بہت ساری انفیکشن سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

گڑ، گنے کے رس کو اُبال کر تیار کیا جاتا ہے اور یہ چینی کے مقابلے میں کم ریفائن ہوتا ہے اور ریفائن ہونے کے بعد گڑ اپنے اندر ان گِنت فائدے رکھتا ہے۔

گڑ سے بننے والی غذائیت بھری کچھ اشیا

1. گڑ کی چائے کیسے بنائی جائے؟

پانی میں حسبِ منشا پتی ڈال کر اُبلنے رکھ دیجیے، جب چائے کا پانی اُبل جائے تو اس میں گڑ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اپنے ذوق کے مطابق ڈال کر اتنی دیر پکائیں کہ وہ یک جان ہو جائے۔ اس کے بعد چولہا بند کر دیں۔ تقریباً بیس سے تیس سیکنڈ بعد جب چائے میں بلبلے بننا بند ہو جائیں تو پہلے سے اُبلا ہوا دودھ چائے میں شامل کر کے اچھی طرح ملائیں اور کپ میں نکال لیں اور گڑ کی مزے دار چائے کا لطف اٹھائیں۔

گڑ کی چائے سے آپ اپنے وزن پر قابو پا کر متناسب فگر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ فی زمانہ فٹنس کے حصول کے لیے پرانی اور دیسی چیزوں کو اپنانے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، جن میں ایک دیسی گڑ کا استعمال بھی ہے۔

2. گڑ کی مٹھائیاں: مختلف علاقوں میں مخصوص آٹے اور میوہ جات ملا کر گھی کے ساتھ بنائی جاتی ہیں، یہ مٹھائیاں لذّت کے ساتھ بھرپور توانائی کا خزانہ ہوتی ہیں، جو نہ صرف سرد موسم میں جسم کو گرم رکھتی ہیں بلکہ تقویت دے کر جسم کو مضبوط اور توانا بنانے میں مدد دیتی ہیں۔ بھنے چنے، تل، مونگ پھلی اور دیگر میوہ جات کے ساتھ پکا کر گڑ کی چکی بھی بیشتر علاقوں میں معروف ہے، جسے بچے اور بڑے انتہائی شوق سے کھاتے ہیں۔

3. گڑ کے چاول بھی اکثر علاقوں میں نہایت اہتمام کے ساتھ پکائے اور کھائے جاتے ہیں۔ ایک کلو چاولوں کو بھگو کر ابال لیں:

- تین پاؤ گڑ کو ایک پین میں ڈالیں اور اس کو چار کپ پانی میں اتنا پکائیں کہ یہ پگھل جائے۔
- پتیلی میں گھی ڈالیں اور اس میں ثابت ناریل کے باریک کٹے ٹکڑے، الائچی، بادام، پستے، کاجو اور ایک کپ دودھ ڈال کر اچھی طرح پکائیں کہ دودھ بالکل خشک ہو جائے۔
- پھر اس میں ایک کپ گُڑ کا پانی ڈال دیں اور تھوڑی دیر پکانے کے بعد اُبلے ہوئے چاول ڈال دیں اور پھر بقایا گڑ کا پانی ڈال کر اچھی طرح پکائیں اور ڈھکن بند کر دیں۔ یہ لیجیے گڑ کے میٹھے چاول تیار ہیں، ان کو مزید لذیذ بنانے کے لیے کھویا بھی ڈالا جا سکتا ہے۔

4. اسی طرح گڑ کا شربت بھی بہت مفید اور مشہور مشروب مانا جاتا ہے۔ ذائقے میں بے مثال ہوتا ہے۔

5. سرد موسم میں اکثر علاقوں میں اہتمام کے ساتھ میوے والا گڑ بنایا جاتا ہے، جس میں بھنے چنے، مونگ پھلی، اخروٹ، بادام اور ناریل کے ٹکڑے گڑ کو نرم کر کے اس طرح دبائے جاتے ہیں، گویا یہ گڑ میں پہلے سے ہی جڑے ہوئے ہوں۔ بچوں میں میوے والا گڑ بہت مقبول ہے۔

گڑ سے خواتین میں ڈائٹنگ پلان بھی کیے جاتے ہیں، جن میں سفید چینی سے مکمل پرہیز کر کے مٹھاس کی اشتہا کو پورا کرنے کے لیے گڑ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ آج کل عرف میں اسے براؤن شگر کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس کے سو فیصد نتائج دیکھنے کو ملے ہیں۔

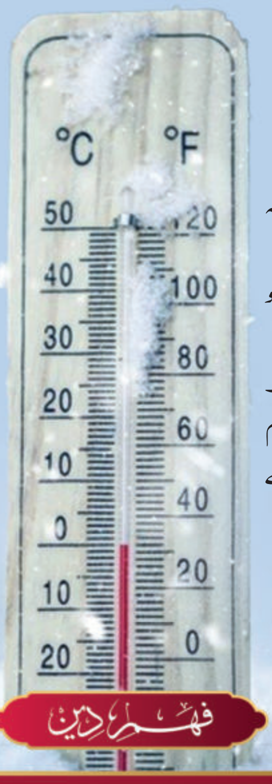

گڑ کے نقصانات

اگرچہ گڑ کا استعمال بے انتہا مفید ہے، لیکن ہر چیز اعتدال کا تقاضا کرتی ہے۔ حد سے زیادہ اس کا استعمال انسان کے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے، کیوں کہ یہ چینی کی ہی ایک قسم ہے اور ماہرین کے مطابق کسی بھی قسم کے مٹھاس کا زیادہ استعمال انسان کو خطرناک بیماریوں میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اس لیے استعمال میں اعتدال ہی مفید ہے۔

الغرض! گڑ حضرتِ انسان کے لیے قدرت کا بہترین تحفہ ہے، جسے اعتدال میں رہ کر استعمال کیا جائے تو اس نعمت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے!!

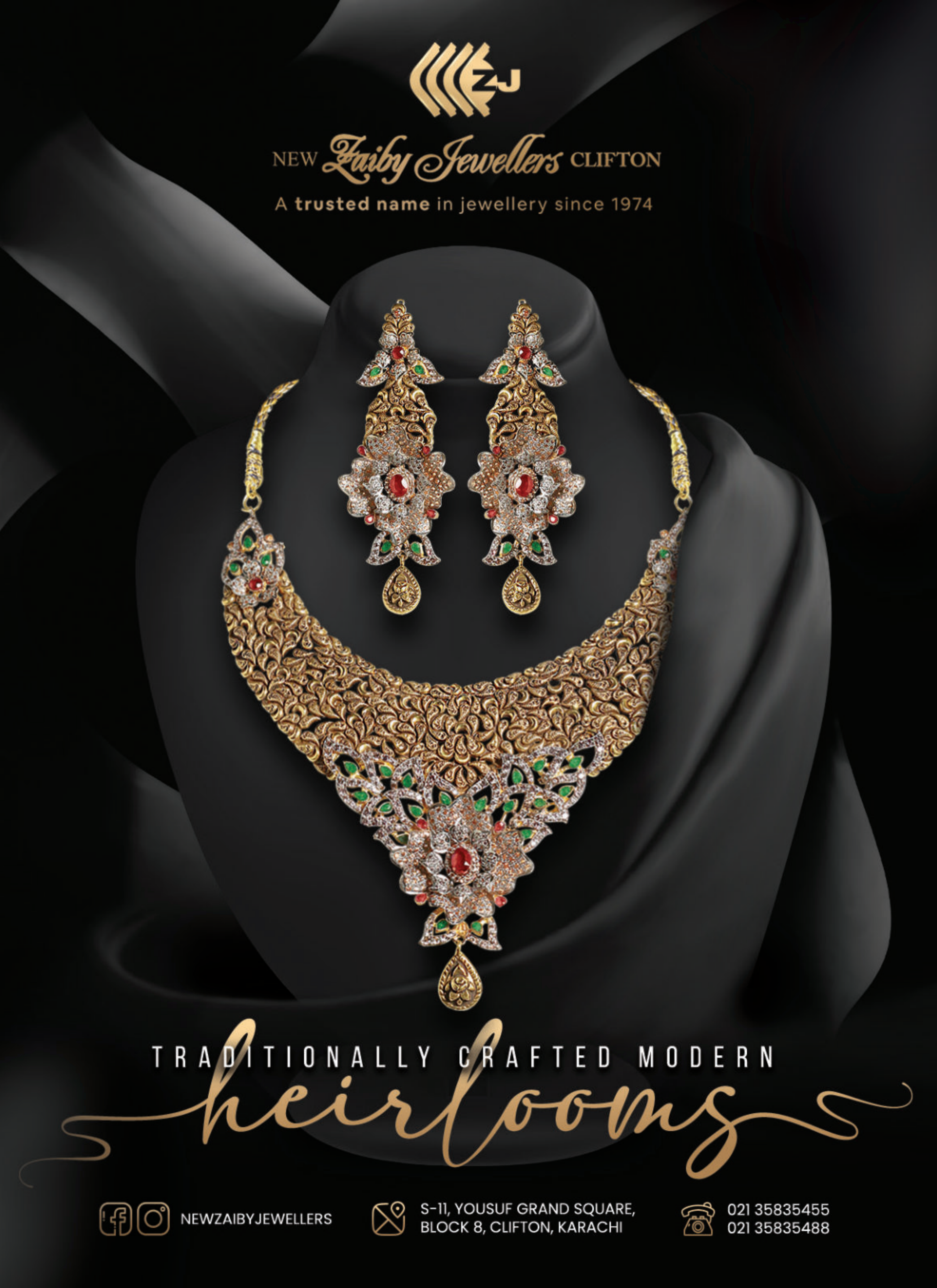
NEW Zaiby Jewellers CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
TRADITIONALLY CRAFTED MODERN
heirlooms
NEWZAIBYJEWELLERS
S-11, YOUSUF GRAND SQUARE,
BLOCK 8, CLIFTON, KARACHI
021 35835455
021 35835488

لہو ہمارا بھلا نہ دینا

بنتِ عامر

"آج میں شہید بنوں گا۔" رحاب نے کہا۔

"نہیں بھئی، آج میری باری ہے۔ رحاب تو کل بھی بنا تھا۔" حنظلہ نے کہتے ہوئے اپنی کھلونا پستول ہوا میں لہرائی۔

"چلو یار! جلدی کھیل شروع کرتے ہیں۔ آج حنظلہ ہی شہید بن جائے۔" بسام نے کہا، جس پر حنظلہ خوش ہو گیا۔

حنظلہ نے مورچہ سنبھالا اور کھیل کھیل میں فائرنگ کی اور آخر میں پستول کو گرا کر ہاتھوں کو ہوا میں لہراتے ہوئے زمین پہ گرا گویا گولی لگنے سے شہید ہونے کا تاثر دیا، پھر سب بچوں نے اسے سفید چادر اوڑھائی، اس کا جنازہ پڑھایا اور اس کے محاسن یاد کرنے لگے۔

"شہید شہید!" غزہ کے بچوں کا پسندیدہ کھیل ہے۔ یہ کھیل وہ کئی بار حقیقت کی آنکھوں سے بھی دیکھ چکے تھے۔ ان بہادر اور نڈر بچوں کی تربیت جس ماحول میں ہوئی ہے، اس میں انھیں یہی بتایا جاتا تھا کہ کامیاب وہ شخص ہے جو اپنے دین کی خاطر جان دے کر شہید ہو جائے۔ ان بچوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے پیاروں کو اسرائیلی بمباری میں شہید ہوتے دیکھا تھا، تب سے ان میں جذبۂ شہادت اُبھر اُبھر کر نظر آتا تھا۔ یہ بچے راکٹوں کے سائے اور بموں کی دھمک میں پروان چڑھنے والے فلسطینی تھے، جو موت کے منہ سے کئی بار نکل کر نیا جیون جی رہے تھے۔

"ہائے کاش! میں بھی حنظلہ بن ابی عامر کی طرح غسیلِ ملائکہ بن جاؤں۔ اے کاش! مجھے بھی عاشقوں والی موت نصیب ہو۔ اے اللہ! ہمارے والدین اور خاندان والوں نے بہت جنازے اٹھائے ہیں۔ بہت سے پیاروں کی فرقت جھیلی، صرف اور صرف اقصیٰ کے لیے! ہماری یہ آئے روز کی شہادتیں قبلۂ اوّل کے دفاع کے لیے ہیں۔ ہم غزہ کی زمین اس لیے نہیں چھوڑتے، تاکہ یہاں ناپاک یہودی قبضہ نہ کر لیں۔ ہم موت کو خوشی سے اس لیے قبول کرتے ہیں، کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔" 15 سالہ حنظلہ نے ڈبڈباتی آنکھوں سے کہا۔

"یا اللہ! ہم انبیا و صحابہ کی اولادیں ہیں۔ ہمارے آباء نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ دین کی خاطر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرنا۔ وہ ہمیں اس ارضِ مقدّسہ کا وارث بنا کر گئے ہیں۔ یہ امانت ہمیں سونپی گئی ہے۔ یا اللہ! ہمیں اس امانت کا صحیح طور پر حق ادا کرنے والا بنائیں۔ ہمارے حوصلوں اور ہمتوں کو متزلزل نہ فرمائیے گا۔ اپنے باہمت آباء کی طرح ہمیں بھی بلند حوصلوں اور ولولوں سے بھرپور جوانی عطا فرمائیے گا۔" رحاب نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

"کلبا برز کراسنگ کے پاس اسرائیلی فوجیوں نے فائرنگ کی تھی۔ چلو چل کے بلٹس (bullets) اور گرنیڈ جمع کرتے ہیں۔" بسام بولا۔

"دنیا کے عام بچوں نے بلٹس صرف تصویروں میں دیکھی ہوں گی۔ انھیں کیا معلوم یہ ہم فلسطینی بچوں کے کھلونے ہیں۔" حنظلہ مسکرایا۔

"حنظلہ! تم ہم سب کو واپسی پہ آئسکریم ٹرک (Ice cream truck) سے آئسکریم کھلاؤ گے۔" بسام نے کہا۔

"بھلا کس خوشی میں؟" حنظلہ کو اچنبھا سا ہوا۔

"ہم نے تمہاری غسیلِ ملائکہ والی دعا پہ آمین کہا تھا نا۔" بسام نے معصومیت سے کہا، جس پر سب ہنس دیے۔

مسجدِ اقصیٰ روتی ہے
کیوں یہ تباہی ہوتی ہے

مزینہ گنگناتے ہوئے کھانا پکانے میں مصروف تھی کہ اسی اثنا میں دروازے کی گھنٹی بجی۔

"السلام علیکم! میرا شہزادہ آ گیا۔" مزینہ نے عبداللہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام مما! دیکھیں میں آپ کے لیے کیا لایا۔" عبداللہ نے گفٹ پیپر میں لپٹا پیکٹ انھیں تھمایا، جسے کھولتے ہی مزینہ کے لب کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"ماشاءاللہ! ماشاءاللہ! یہ بہت خوب صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فاتح القدس بنائیں۔ یہ آپ نے خود بنایا؟" مزینہ بولیں۔ وہ کینوس پہ بنائی گئی مسجدِ اقصیٰ کی ایک خوب صورت سی پینٹنگ تھی۔

"جی مما! میں نے خود بنایا ہے، میں نے ہمیشہ آپ کو القدس کا مشتاق پایا۔ آپ کی وٹس ایپ کی ڈی پی بھی ہمیشہ مسجدِ اقصیٰ کی تصویر رہتی ہے۔ میں نے اکثر آپ کو دیکھا ہے کہ آپ القدس کی تصویر دیکھ کر کہیں کھو سی جاتی ہیں، اس لیے مجھے یہ آپ کے لیے بہترین تحفہ لگا۔" عبداللہ نے کہا، جس پر مزینہ مسکرادیں۔

"میرا بچہ! سرزمینِ فلسطین ایک مقدّس جگہ ہے۔ اس کو قرآنِ مجید نے بھی بابرکت کہا ہے، یہ بہت سے انبیا کا مسکن بھی رہا ہے۔ اس کی گود میں بہت سے انبیا اور صحابہ کی قبریں ہیں۔ آخری دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول بھی اسی ارضِ مقدّسہ پہ ہو گا اور وہ دجال کو بھی یہیں قتل کریں گے۔" مزینہ القدس کی تصویر کو تکتے، کھوئے ہوئے انداز میں بولیں۔

"یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ مسجدِ اقصیٰ ہمارا قبلۂ اوّل ہے۔ خانہ کعبہ سے قبل مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ معراج کے موقع پر تمام انبیا کو بیت المقدس میں جمع کیا گیا اور سرکارِ دو عالم ﷺ نے تمام انبیا کی امامت کروائی۔ ہے نا اعزاز کی بات ہمارے لیے؟؟ ہمارے پیارے آقا ﷺ امام اور بقیہ تمام انبیا مقتدی! اللہ تعالیٰ نے اس خوب صورت مقام کے لیے اقصیٰ کو چنا۔ کسی اور جگہ یا کسی اور مسجد میں بھی یہ نماز پڑھائی جاسکتی تھی، مگر بیت المقدس کا چناؤ اس جگہ کی اہمیت کو بڑھا دیتا ہے۔" مزینہ کینوس پہ ہاتھ پھیرتے بولتی چلی گئیں۔

”پھر القدس کو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں فتح کیا اور خود بیت المقدس چابیوں کی وصولی کے لیے تشریف لے گئے، کچھ عرصہ یہ سرزمین مسلمانوں کے پاس رہی، پھر عیسائی اس پہ قابض ہوگئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو قبول فرمایا اور وہ فاتح القدس بنائیں کر فلسطین میں داخل ہوئے۔ وہ دن مسلمانوں کے لیے عید سے کم نہ تھا، پھر آہستہ آہستہ یہود اس خطے میں اپنے پنجے گاڑنے لگے۔ وہ مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے۔ انھیں مسجد جانے سے روکتے، القدس کی بے حرمتی کرتے، ان کو ہر طرح کی ایذا پہنچاتے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔“ مزینہ کی آنکھوں سے آنسو لڑھکنے لگے۔

”مجھے اقصیٰ سے اولاد جیسی محبت ہے، جب کوئی بچہ ماں سے دور ہوتا ہے، خصوصاً جبکہ وہ بچہ کم زور اور مظلوم بھی ہو تو ماں اس کے غم میں گھلتی رہتی ہے۔ آپ کو اقصیٰ کے معنی معلوم ہیں؟؟ ”دور کی جگہ۔“ اقصیٰ ہم سے بہت دور ہے، مگر اس کی محبت ہمارے دل کو اس سے قریب رکھتی ہے۔ اقصیٰ کی بے چینی ہماری بے چینی ہے۔ اس دل کو قرار اسی وقت آئے گا، جب ہم صحنِ اقصیٰ میں کھڑے حقیقت میں القدس کا نظارہ کریں گے۔ ہماری جبینیں القدس کی مقدّس سرزمین کو بوسہ دیں گی۔“ مزینہ ہلکا سا مسکرا دیں۔

”مما! مجھے بھی القدس جانا ہے۔ انبیا کی سرزمین دیکھنی ہے۔ میں آپ کی دعا کے مطابق فاتح القدس بنوں گا۔ اقصیٰ کو ظلم سے آزاد کرواؤں گا۔“ عبداللہ نے جذباتیت سے بھرپور انداز میں کہا۔

”آؤ عبداللہ! ایک عہد کرتے ہیں، یہ عہد فلسطینی بھی اقصیٰ کے صحن میں کھڑے ہو کر دہراتے ہیں۔ اے اقصیٰ! ہم اپنے آپ کو تم پہ فدا کر دیں گے، اپنے مال سے اور اپنے خون سے۔“ دونوں ماں بیٹے نے انگلی آسمان پہ اٹھا کے عہدِ وفا دہرایا۔

◆◆◆

شہر غزہ قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ چند دنوں میں شہادتوں کی تعداد اتنی بڑھ چکی تھی، جتنی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی۔ شہر میں ہر طرف ملبہ ہی ملبہ نظر آ رہا ہے۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں ہیں۔ چیخ و پکار، بموں کی گرج، بھوک و پیاس کا عالم، زخمی زخمی بوڑھے وجوان اور لہو لہو معصوم بچے!! اگرچہ جنگ سہ حرفی لفظ ہے، مگر جب شروع ہوتی ہے تو قیامت ڈھاتی ہے۔

شہید تم سے یہ کہہ رہے ہیں، لہو ہمارا بھلا نہ دینا
قسم ہے تم کو اے سرفروشو! عَدُو ہمارا بھلا نہ دینا

”یہ تو میری امی کا دوپٹا ہے۔“ بسام نے ملبے تلے دبا دوپٹہ پہچانتے ہوئے کہا اور پھر دیوانہ وار ملبہ ہٹانے لگا۔ دیگر لوگوں نے بھی اس کی مدد کی اور وہ اس کی والدہ کو نکالنے میں کام یاب ہو گئے، مگر ان کی حالت نازک تھی، جلدی سے ہسپتال منتقل کیا گیا، وہ بھی ان کے ساتھ ہسپتال گیا۔ دفعتاً اس کی نگاہ اسٹریچر پہ لیٹے کراہتے ہوئے حنظلہ پہ پڑی۔

”فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ! ربّ کعبہ کی قسم! میں کام یاب ہو گیا۔ اے اقصیٰ! میں نے اپنا وعدہ نبھا دیا۔“ حنظلہ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے اور وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔

”حنظلہ!! حنظلہ!!! میرا غسیلِ ملائکہ! ہائے کاش اس دن ہم نے آمین نہ کہی ہوتی۔ میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا۔“ بسام بلک بلک کے رونے لگا۔ اتنے میں ڈاکٹر نے اسے اُمید دلائی کہ اس کی والدہ کا علاج چل رہا اور وہ بہتری کی طرف آ رہی ہیں۔

”بیٹے! آپ جا کر پانی تلاش کریں، ہمارے پاس پانی کم ہے۔ آپ کی والدہ اور دوسرے مریضوں کو پانی کی سخت ضرورت ہے۔“ ایک ڈاکٹر نے کہا، جس پر بسام دوڑا اور جگہ جگہ پانی تلاش کرتا رہا، اتنے میں ایک زوردار، کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا، ایسا دھماکہ جس نے پورے غزہ کو ہلا دیا، جتنا نقصان ایک ہفتے میں نہیں ہوا تھا، اتنا نقصان اس ایک لمحے نے کر دیا۔ بے غیرت اور ظالم یہود نے اس بار غزہ کے سب سے بڑے ہسپتال کو نشانہ بنایا تھا۔ بسام جو اس امید سے پانی کی تلاش میں نکلا تھا کہ شاید میرے خاندان کا واحد فرد میری ماں بچ جائے، مگر جب مڑ کر دیکھا تو نہ ماں بچی نہ ڈاکٹر اور نہ ہی ہسپتال!!

”اللہ اکبر کبیرا“ شدّتِ غم سے بس یہی الفاظ نکل سکے اور ننّھا بسام وہیں چکرا کر گیا، جب ہوش آیا تو دیکھا کہ اس کی ماں کی لاش، حنظلہ کی لاش اور اس کے دیگر پیاروں کو اسی آئسکریم ٹرک میں رکھا جا رہا تھا، جہاں سے حنظلہ نے آئسکریم کھلائی تھی۔ بسام نے تاسف سے آئسکریم ٹرک کو دیکھا، اسے جھرجھری سی آنے لگی۔ سرد خانے بھر جانے کی وجہ سے کچھ لاشوں کو آئسکریم ٹرک میں رکھا گیا تھا۔ شہر غزہ میں دفن ہونے والے زیادہ اور دفنانے والے کم رہ گئے تھے۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہرِ مبیں نہیں ہے
ترِی جدائی سے مرنے والے، وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر ترِی مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

بسام اتنا کچھ دیکھ کر ہوش کھو بیٹھا تھا۔ ارد گرد کے لوگ اسے دلاسہ دیتے رہے، مگر وہ جانتا تھا کہ یہ دلاسہ دینے والے بھی نہ جانے کب شہید ہو جائیں۔ اب تو اس کی بھی یہی تمنا رہ گئی تھی کہ وہ بھی اپنے پیاروں کے ساتھ شہید ہو جائے

”یا اللہ! مسلمان کہاں ہیں؟؟ کیا انھیں ہماری خبریں نہیں مل رہیں؟ کیا وہ ہمیں کٹتا دیکھ کر خاموشی سادے رہیں گے؟؟؟ ہماری یہ حالتیں دیکھ کر کیا انھیں چین کی نیند آ جاتی ہے؟ ہماری سسکتی مائیں، تڑپتے بچے دیکھ کر ان کے دل نرم کیوں نہیں ہوتے؟ کہاں ہیں مسلمان؟ کب کھڑے ہوں گے وہ ہمارے لیے؟؟؟“ ایک بزرگ فلسطینی فریاد کرنے لگے۔

”ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے لیے ہمارا اللہ ہی کافی ہے۔“ بسام نے طیش میں آ کر کہا۔

”اے قومِ مسلم! تم غفلت کی نیند سوئی رہو، ہمیں تم سے کوئی اُمید نہیں، ہمیں کسی سے کچھ نہیں چاہیے۔ اللہ کی قسم! اگر جبرئیل علیہ السلام بھی آ جائیں اور پوچھیں کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ تو ہم انھیں وہی جواب دیں گے، جو خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے دیا تھا، ہمیں آپ سے کچھ نہیں چاہتے، ہمارے لیے ہمارا اللہ کافی ہے۔“ بسام کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔

◆◆◆

”ہائے کاش! میرے پر ہوتے، میں اڑ کر فلسطین پہنچ جاتا۔ اپنے فلسطینی بہن بھائیوں کی مدد کرتا۔ اے کاش! میں طاقت ور ہوتا، ظالم اسرائیل کو نیست و نابود کر دیتا۔ میں القدس کا فاتح بن کر فلسطین میں داخل ہوتا۔ انبیا کے شہر کو امن و امان والی جگہ بنا دیتا۔ یا اللہ! یا اللہ! ہمیں ایوبی عطا فرمائیں، ہمیں فاتح القدس عطا فرمائیں۔“ فلسطین کے حالات سن کر عبداللہ غم زدہ سا دعائیں مانگ رہا تھا۔

”مما!! میں اہلِ غزہ کی مدد کیسے کروں؟ ہم کتنے بے بس ہیں!“ عبداللہ نے اپنی ماں سے سوال کیا۔

”بیٹا! ایک بار ایک صحابیہ نے جب سنا کہ بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے بہت فضائل ہیں تو انھوں نے آقا ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! جو وہاں جانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، وہ کیا کرے؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ وہاں کے لیے تیل بھیجے، جو اس کی قندیلوں میں جلایا جا سکے، جس نے ایسا کیا وہ وہاں جانے والے کے مانند ہے۔ ہم بھی مجبور ہیں، وہاں جا نہیں سکتے تو کم از کم ان کی مدد تو کر سکتے ہیں، لہٰذا ہم مال سے ان کی مدد کریں گے۔“ مزینہ نے اسے سمجھایا۔

”مما! یہ کچھ رقم میں نے سائیکل خریدنے کے لیے جمع کی تھی۔ اب میں یہ اہلِ فلسطین کے لیے بھیجوں گا۔“ عبداللہ جلدی سے اپنا moneybox لے آیا۔

”شاباش بیٹے! اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنی luxuries کو کم کریں اور زیادہ سے زیادہ فلسطینیوں کی مدد کریں۔“ مزینہ نے سمجھایا۔

”مما! آج اتوار ہے، ہم حسبِ معمول رات کو باہر کھانا کھانے کے بجائے گھر میں سادہ کھانا کھائیں گے اور کھانے کے پیسے بھی ہم فلسطین فنڈ میں دیں گے۔“ عبداللہ نے تجویز پیش کی اور ساتھ ہی گنگنانے لگا۔

شہید تم سے یہ کہہ رہے ہیں، لہو ہمارا بھلا نہ دینا
قسم ہے تم کو اے سرفروشو! عَدُو ہمارا بھلا نہ دینا

سجل اور فروا دونوں سہیلیاں تھیں، ایک ہی جماعت میں پڑھتیں اور ایک ہی گلی میں رہتی تھیں۔ دونوں میں بہت اچھی ہم آہنگی تھی، ایک دوسرے کو اچھے مشورے بھی دیا کرتی تھیں، ایک دوسرے کا بہت خیال رکھتیں اور ایک دوسرے کے کام آتی تھیں۔ سجل خوب محنت کرنے والی لڑکی تھی، ہر سال پوزیشن لیتی تھی، جب کہ فروا کا شمار ان لڑکیوں میں ہوتا تھا جو بس اپنے والدین کے کہنے پر اسکول جاتی ہیں۔ فروا کو پڑھنے کا کوئی خاص شوق نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا وہ اسکول پڑھنے کے لیے نہیں، بس تفریح کے لیے جایا کرتی ہے۔ اسکول آنا، سہیلیوں کے ساتھ ہلہ گلہ کرنا، کھانا پینا اور فضول وقت گزارنا تھا۔ کسی بھی مضمون میں دل چسپی نہیں لیتی تھی کہ وہ کوئی کتاب کھول لے اور پڑھ لے اور نہ ہی وہ کسی ٹیچر کو پسند کرتی۔ یونہی وقت گزرتا گیا اور فروا اسکول کے ہر سالانہ امتحان کے قریب تھوڑا بہت رٹا لگا کر، پڑھ کر پاس ہوتی رہی، یوں ہی کرتے کرتے دونوں نویں میں پہنچ گئیں۔ سجل پہلے سے بڑھ کر محنت کرنے لگی اور فروا مزید سست اور لاپروا ہو گئی، اس کا خیال تھا، اسکول کے امتحان کی طرح رٹا لگا کر پاس ہو جائے گی، سجل کے سمجھانے کے باوجود اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ اسی دوران پرچے شروع اور پھر ختم ہوگئے،

نمرہ امین

محنت کا صلہ

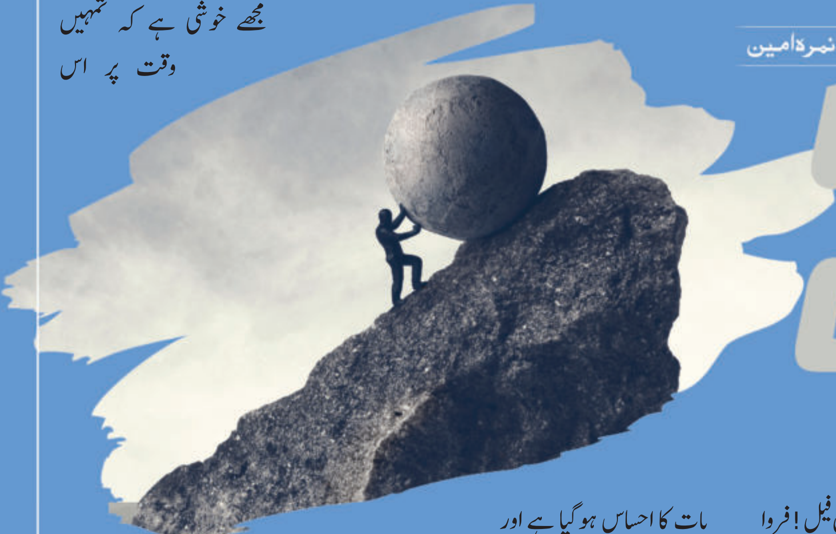

اب دونوں کو دوسری طالبات کی طرح نتیجے کا انتظار تھا۔

آج نتیجہ نکلنا تھا، سجل بہت اچھے نمبر لے کر کام یاب ہوئی اور فروا تمام پرچوں میں فیل ! فروا کلاس ٹیچر کے پاس گئی اور ان سے کہا: میں فیل کیسے ہو سکتی ہوں؟ میں نے تو تیاری کر کے پیپر دیے تھے۔

”دیکھو فروا بیٹا ! یہ اسکول کے چھوٹی جماعت کے امتحان نہیں ہوتے، جو اپنی کتاب سے تھوڑا بہت رٹا لگا کر پڑھ لیا اور تیاری ہو جاتی ہے اور بس امتحان دے دیا جائے کہ پاس تو ہو ہی جائیں گے۔ ہم جب سارا سال اپنی جماعت میں دل لگا کر پڑھتے ہیں، تب ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ ہمارا دماغ روشن ہوتا ہے اور ہم ہر طرح کے علم کو سیکھتے ہیں اور اپنی انتھک محنتوں کے بعد ایک اعلیٰ مقام تک پہنچتے ہیں۔ آپ اپنے دل سے یہ بات نکال دیں کہ پڑھ لکھ کر کیا کرنا ہے؟ جب ہم لڑکیاں اپنی تعلیم کو مکمل کریں گی تو ایک پڑھی لکھی نسل کو پروان چڑھائیں گی۔“

”جی مس ! میں آپ کی باتیں اچھے سے سمجھ گئی ہوں۔ میں اب سے خوب محنت، شوق اور لگن سے پڑھائی کیا کروں گی اور اپنا ایک مقام بناؤں گی۔“

”شاباش فروا ! مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔ تم ایک سمجھ دار بچی ہو، محنت اور شوق سے اپنی تعلیم جاری رکھو، ہر قدم پر کام یابی تمہارا مقدر بنے گی۔“ ”جی مس ضرور !“

فروا آج اداس بھی تھی، جب سے گھر آئی تھی اور یہی سوچتی رہی کہ اب سے وہ بہت محنت کرے گی۔ اس کو یہ ناکامی والی بات بہت دل پر لگی تھی، جس وجہ سے وہ بہت دُکھی تھی۔

”فروا ! کیا سوچ رہی ہو تم؟ کیا ہوا ہے؟ کیوں ایسے اداس بیٹھی ہو؟“ سجل نے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”بس یار ! مجھے اب بہت محنت کرنی ہے اور میں ایک ٹیچر بننا چاہتی ہوں، تاکہ سب کی اچھی رہنمائی کر سکوں۔ میں نے آج تک کتنا وقت ضایع کر دیا، کبھی محنت ہی نہیں کی، کبھی اپنی کتابوں اور پڑھائی پر دھیان ہی نہیں دیا۔ میں نے آج تک تمہاری بات بھی نہیں مانی، تم نے ہر بار ایک اچھی دوست، اچھی بہن بن کے میری رہنمائی کی اور سمجھایا ہے۔“

”کوئی بات نہیں فروا تم پریشان نہیں ہو، مجھے خوشی ہے کہ تمہیں وقت پر اس بات کا احساس ہو گیا ہے اور تمہیں مس آمنہ کی سب باتیں سمجھ میں آگئیں۔

ہم محنت کریں گے تو ہمیں ہمارے ہر کام کا صلہ ملے گا۔ محنت کرنے سے ہی انسان ایک اعلیٰ مقام تک پہنچتا ہے۔ وہ پھر چاہے تعلیم کا شعبہ ہو، کسی نوکری کے لیے کام یابی ہو، انسان کو کوئی ایک اعزاز بھی ملتا ہے تو سب محنت، لگن اور شوق کی بدولت ملتا ہے۔ انسان اگر ایک ارادہ کرے اور اس میں اس کی محنت بھی شامل ہو تو وہ بہت ترقی کرتا ہے، اس کو بہت عزت ملتی ہے۔

آج وہ دن بھی آگیا، جب فروا اور سجل نے بہت اچھے نمبروں سے اپنی ماسٹرز کی ڈگری مکمل کی اور نمایاں پوزیشن حاصل کر کے اپنے گھر والوں کے ساتھ سب والدین کے لیے فخر کا باعث بنی۔ سچی بات ہے ”محنت کا صلہ، محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔ انسان دنیا میں ہر قدم پر محنت، لگن، شوق، ہمت اور اچھے ارادے رکھے تو ضرور کام یاب ہوتا ہے۔“

”بہت خوب بیٹا ! ہم نے فلسطینیوں کی مدد کے ساتھ ساتھ اپنے عدو کو بھی نہیں بھلانا۔ یہود کا ساتھ چھوڑنا ہے اور وہ اس طرح کہ ہم ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔ بائیکاٹ صرف خود نہیں کرنا بلکہ دوسروں سے بھی کروانا ہے۔ دیکھو ! یہ میں نے بائیکاٹ لسٹ کا پرنٹ نکلوایا ہے۔ اب یہ آپ نے اپنے فرینڈز اور قریبی دکانوں میں تقسیم کرنا ہے۔“ مزینہ نے عبداللہ کو پرچے تھمائے اور اسے گلے لگالیا۔

عبداللہ کے جانے کے بعد مزینہ سوچوں میں کھو سی گئیں، پھر مصلّی بچھا کر دو رکعت حاجت کے نفل پڑھے اور اہلِ فلسطین کے لیے دعائیں مانگنے لگیں۔

”اے اللہ ! امتِ مسلمہ پر کیسا عجیب وقت ہے۔ دل بہت اداس ہے، جب میں اپنے عبداللہ کو گلے لگاتی ہوں تو میرے سامنے فلسطینی ماؤں کی وہ تصویر آتی ہیں، جس میں وہ اپنے کفن میں لپٹے بچوں کو سینے سے لگائے ہوتی ہیں، جب عبداللہ خوش ہوتا ہے تو میرے ذہن میں وہ ننھے منے بچے آتے ہیں، جو ملبے تلے اپنے والدین کو تلاش کرتے ہیں، جب میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی ہوں تو مجھے وہ لوگ یاد آتے ہیں، جن کے پورے پورے خاندان شہید ہوگئے۔ اللہ ! ہم آپ کو کیا منہ دکھائیں گے۔“ مزینہ کی آنکھوں سے مسلسل اشک رواں تھے۔

اے خاصہ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

یونیک کا چکر

امِ عبداللہ رمضان

منفرد اور یونیک کے چکر میں ہم اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ اچھے برے کی تمیز باقی ہی نہیں رہی۔

کپڑے جوتوں سے لے کر ہیئر اسٹائلز، میک اَپ جیولری، غرض ہر ایک چیز میں ہم جدّت پسندی کے قائل ہوگئے ہیں۔

حتیٰ کہ بچوں کے نام رکھتے وقت ہم "یونیک نام" کی دوڑ میں ایسے نام کا انتخاب کر لیتے ہیں، جو معنوی اعتبار سے غیر مناسب ہوتے ہیں، اچھے نام اچھی علامت کا مظہر ہوتے ہیں۔

وہ نام جو پہلے کسی نے نہ رکھا ہو یا پھر کم از کم خاندان میں کسی کا یہ نام نہ ہو، ہماری اوّلین ترجیح ہوتی ہے۔

اچھے ناموں کا انتخاب کرنا کہیں منع نہیں، بس ایک بات قابلِ غور ہونی چاہیے کہ نام معنوی اعتبار سے بہترین ہونا چاہیے۔

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر چیز میں حُسن وجمال کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت اور عمدہ صورت عطا فرمائی، اس لیے اولاد کا والدین پر پہلا حق اس کا نام رکھنا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیا علیہم السلام کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام رکھو، اس لیے کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے کا نام "ابراہیم" رکھا۔ کسی صاحب نے اپنی بیٹی کا نام "فاحشہ" بتایا۔۔۔!

فاحشہ!!! یہ نام سُن کر مجھے حیرت کا جھٹکا لگا، یہ کیسا نام ہے!!؟ کیا اس کے معنی سے آپ باخبر ہیں۔۔۔؟

جی یہ قرآنی نام ہے، قرآنِ مجید سے بچی کی دادی جان نے نکالا ہے۔

اُف میرے خدایا!! "فاحشہ" کا مطلب ہے، "برا عمل، بے حیائی۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

"بدکاری کے قریب مت جاؤ، بے شک وہ بے حیائی اور بُری راہ ہے۔" (بنی اسرائیل:32)

ہم نے انھیں بہت سمجھایا کہ یہ نام معنوی اعتبار سے بالکل بھی درست نہیں، بچی کے والد تو مان گئے، لیکن اس خدشے کے پیشِ نظر کہ امی جان ناراض نہ ہو جائیں، اسی نام کو ہی معتبر جانا۔

بعد میں جا کر ان کی دادی کو سمجھا بجھا کر نام بدلا گیا۔

اسی طرح ایک لڑکے کا نام "سارق" تھا، جس کے معنی "چور" ہیں، بلکہ میں نے کئی لوگوں کے نام سارق سنے ہیں۔

اس طرح ایک بچی کا قرآن سے نکالا گیا نام "زانیہ" تھا۔

زانیہ کا مطلب ہے زنا (بدکاری) کرنے والی (استغفراللہ) استفسار کرنے پر پتا چلا کہ کوئی نام سمجھ نہیں آ رہا تھا، اس لیے قرآنِ پاک کھول کر دیکھا تو یہ نام سامنے آیا، اسی طرح ملائکہ، جبرائیل وغیرہ رکھ دیے جاتے ہیں۔

ہمارے سامنے کئی مضحکہ خیز ناموں کی بھی فہرست موجود ہے، آپ لوگوں میں سے زیادہ تر نے سنا بھی ہوگا، وہ بھی آپ کے گوش گزار کرتے ہیں۔

جیسے ایک پٹھان فیملی میں زلزلہ کے وقت پیدا ہونے والے بچے کا نام "زلزلہ خان" رکھا گیا۔

ایک صاحب کا نام "کارتوس خان" تھا۔

ایک مرتبہ میں ہسپتال میں داخل تھی، وہاں ایک "آپا" کا نام "اللہ معافی" تھا۔

پہلے دن تو مجھے سمجھ نہ آئی، کیوں کہ سارا اسٹاف اسے "مافی" کہہ کر پکار رہا تھا۔

اگلے دن ایک سینئر انچارج نے جب اس کا پورا نام لیا تو مارے حیرت کے میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا! کیوں کہ میں نے پہلی بار ایسا نام سنا تھا۔

میں نے تجسّس اور اشتیاق کی ملی جلی کیفیت میں اس آپا کے نام کی تاریخ دریافت کی تو اس نے مجھے پوری کہانی ہی سنا ڈالی۔

باجی ہماری بہت ساری بہنیں تھیں، ہم ساتویں جب پیدا ہوئی تو ہمارے اماں ابا نے ہمارا نام "اللہ معافی" رکھا۔

اللہ نے ہماری معافی قبول کر لی اور میرے بعد ایک بھائی ہوا۔

یہ تو تھی ایک آپا کی کہانی!! لیکن ہمارے معاشرے میں پڑھے لکھے لوگوں کا طبقہ بھی بچوں کے نام رکھنے کے معاملے میں لاپرواہی سے کام لیتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ اچھے نام رکھنے کا اہتمام فرماتے، اگر کوئی نام معنوی اعتبار سے اچھا نہ ہوتا یا اس میں شبہ ہوتا تو آپ ﷺ اس نام کو اچھے نام سے بدل دیتے۔

چناں چہ ایک صحابی کا نام "اصرم" تھا، جس کے معنی "کاٹنے" کے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا نام اصرم نہیں "زرعہ" ہوگا، جس کے معنی "کھیتی اور زرخیزی کے ہیں۔"

بعد میں وہ صحابی اسی نام سے معروف ہوئے۔

احادیث میں اچھے نام ایسے ناموں کو قرار دیا گیا ہے، جس سے عبدیت کا اظہار ہو۔

جیسے عبداللہ، عبدالرّحمٰن، عبدالمنّان وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کو دو نام بہت پسند ہیں۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔

اچھے نام پکارتے وقت ادب کو ملحوظ رکھا جائے۔

جیسے "عبداللہ" جس کے معنی ہیں "اللہ کا بندہ" ہم عبداللہ کو صرف اللہ کہہ کر نہیں پکار سکتے، بالکل اسی طرح عبدالباسط کو "باسط"، عبدالاحد کو "احد" نہیں کہا جا سکتا۔

نام بگاڑنا گناہ ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے: "ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے مت پکارو۔"

بعض اوقات نام بگاڑنے میں گھر والوں کی طرف سے ہی کوتاہی ہوتی ہے۔ پیار میں کچھ ایسے نام تراش لیے جاتے ہیں، جو بعد میں جا کر پشیمانی کا سبب بنتے ہیں۔

ایک صاحب کو بچپن میں "بھکاری" کہہ کر پکارا گیا۔ آج وہ سات بچوں کا باپ ہونے کے بعد بھی "بھکاری" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

لہٰذا ہمیں اچھے ناموں کا اہتمام کرنا چاہیے اور ایسے نام نہیں رکھنے چاہییں جو معنی اور مفہوم کے اعتبار سے غلط اور بُرے ہوں۔

اس سلسلے میں علمائے کرام کی مدد بھی لی جا سکتی ہے۔

ہمارے بچوں کے نام انبیا علیہم السلام، صحابہ، صحابیات رضی اللہ عنہم، بزرگانِ دین کے ناموں پر ہونے چاہییں، کم از کم ایسے نام رکھے جائیں جو معنی و مفہوم کے اعتبار سے عمدہ ہوں۔

کیوں کہ انسانی شخصیت پر نام کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹراساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی / پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

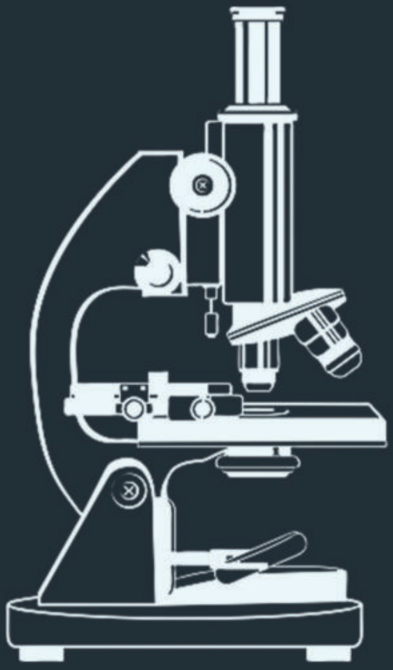

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز
مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی
PSO پمپ سے متصل کراچی۔

چنگاری

ام محمد سلمان

وہ کافی دیر سے میرے پاس بیٹھی تھی۔ حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کرنے کا بہت شوق تھا اسے، فلسطین کی موجودہ صورتحال پر بھی بات ہوئی کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں اور پھر وہ اپنی پریشانیوں کا تذکرہ کرنے لگی۔۔۔

"بس کیا بتاؤں، کتنے مسئلے ہیں زندگی میں۔ ایک طرف بڑے بیٹے کی نوکری چھوٹ گئی تو ویسے ہی خرچے میں تنگی ہو رہی ہے اور دوسری طرف چھوٹا بیٹا مستقل ضد کیے جا رہا ہے کہ سائیکل دلا دو۔۔۔!! کتنی بار سمجھا دیا، مگر سمجھتا ہی نہیں! ہر دو دن بعد پھر سائیکل کا دُکھڑا لے کر بیٹھ جاتا ہے۔" میں نے اسے تسلی دی، "اللہ سب ٹھیک کر دے گا، فکر نہ کرو، اللہ پہ بھروسا رکھو۔"

"ہاں، بس اللہ پر ہی بھروسا ہے، جو زندگی کے دن کٹ رہے ہیں، ورنہ کب کے ہمت ہار گئے ہوتے۔ مکان بھی کرائے کا ہے، ہر مہینے کرایہ کسی تلوار کی طرح سر پہ لٹک جاتا ہے اور یہ دیکھو۔۔۔ اس نے اپنا پاؤں آگے کیا۔ یہ زخم چھ مہینے سے ٹھیک ہونے میں نہیں آ رہا۔ سرکاری ہسپتال سے باقاعدگی سے دوا لے رہی ہوں، پٹیاں بھی کروا رہی ہوں، لیکن معمولی سا فرق پڑا ہے، بس! جانے کب ٹھیک ہوگا۔" وہ فکرمند اور دل گیر سے لہجے میں بولی۔

مجھے اس کا زخم دیکھ کر واقعی صدمہ ہوا، دل سے دعا نکلی "اللہ کریم اس کی ساری پریشانیاں دور کر دے، آئے دن کسی نہ کسی مشکل میں گرفتار رہتی ہے بے چاری۔"

پھر یوں ہی ایک خیال ذہن میں آیا تو اس سے پوچھ بیٹھی۔۔۔

"اچھا ایک بات بتاؤ؟"

"اگر ابھی اسی وقت کوئی تم سے پوچھے کہ تمہاری کوئی ایک خواہش کوئی ایک تمنّا اسی وقت پوری کر دی جائے گی! بتاؤ کیا چاہتی ہو؟ تو تم کیا مانگو گی؟"

وہ بغیر سوچے سمجھے فوراً ہی بول پڑی:

"میں چاہتی ہوں اسرائیل کو عبرت ناک شکست ہو، فلسطین کو شان دار فتح نصیب ہو، میرے پروردگار! بس یہ ایک خواہش، ایک تمنّا، ایک حسرت پوری کر دے۔۔۔!! میں ان منحوس یہودیوں کو سسکتے تڑپتے دیکھوں جنھوں نے مسجدِ اقصیٰ پر قبضہ کر رکھا ہے، جنھوں نے غزہ میں بمباری کر کر کے معصوم جانوں کو تڑپایا ہے، جنھوں نے اپنے ہی ملک میں ہمارے فلسطینی بہن بھائیوں کو قید کر دیا، جنھوں نے ظلم و بربریت کی نئی نئی داستانیں رقم کی ہیں۔ بس ایک بار! بس ایک بار۔۔۔" اس نے شدّتِ جذبات سے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

مجھے اس کے شوق، اس کے جذبے نے حیران کر دیا۔ میرا خیال تھا وہ اپنی پریشانیوں میں سے کسی ایک سے تو ضرور ہی چھٹکارا پانا چاہے گی، لیکن اس کی تو خواہش ہی نرالی تھی۔

میں نے پوچھ ہی لیا: "تمہارے اپنے اتنے مسائل ہیں اور تمہاری سوچ فلسطین اور مسجدِ اقصیٰ کا طواف کر رہی ہے۔"

وہ بولی: "میرے مسائل کوئی اتنے بڑے مسئلے نہیں ہیں، یہ تو چھوٹی موٹی پریشانیاں ہیں جو اللہ سے قریب کیے رکھتی ہیں، اللہ جب چاہے انھیں دور کر دے۔ بس کبھی کبھی ذہن پہ بہت دباؤ ہو تو آ کر تم سے کہہ دیتی ہوں کہ بوجھ بڑھ جائے تو بانٹ لینا چاہیے۔ تم دو لفظ تسلی کے کہہ دیتی ہو تو سکون سا مل جاتا ہے، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ آئے دن بیت المقدس پر صیہونیوں کے حملے اور اس وقت جو فلسطین میں جنگ کا سماں ہے، اس نے سکھ چین اڑا رکھا ہے۔ ہم چاہ کر بھی ان کے لیے کچھ نہیں کر پاتے۔ ہم قیامت کے دن اپنے ان مظلوم بہن بھائیوں کا کیسے سامنا کریں گے؟؟

ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ مسجدِ اقصیٰ یہودیوں کے قبضے میں تھی اور تم چین سے اپنے گھروں میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے، چائے پی رہے تھے، دھوم دھام سے شادی بیاہ کر رہے تھے، تمہارے کاروبار چل رہے تھے۔۔۔ تمہاری زندگیوں پر تو کچھ بھی فرق نہیں پڑا تھا۔ تمہاری راتوں کی نیندیں اڑیں نہ بھوک پیاس پر ہی کچھ اثر پڑا! تب ہم کیا جواب دیں گے اس پاک ذات کو؟"

اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا، مگر میرے پاس سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہیں تھا۔

"ہم سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا! ہم تو بڑے ہی ناکارہ ہیں" وہ اپنی بات کا خود ہی جواب دینے لگی۔

"بس، کبھی کبھی نمازوں میں دعا مانگتے ہوئے بے بسی سے رو پڑتی ہوں۔ یہ میرے پاؤں کا زخم دُکھتا ہے تو مجھے ان کے کٹے پھٹے اعضا یاد آتے ہیں اور میں تڑپ جاتی ہوں، لیکن میں کیا کروں؟ میں کچھ بھی نہیں کر سکتی ان کے لیے۔۔۔" آنسو اچانک ہی اس کی پلکوں کی باڑ توڑ کر بہ نکلے۔

اور میرے پاس کیا ہے دینے کو
دیکھ کر تجھ کو روئے دیتی ہوں

درد سے ڈوبے لہجے میں اس نے یہ شعر پڑھا، پھر کہنے لگی: "قیامت کے دن اللہ نے مجھ سے پوچھ لیا تو اتنا تو بتا سکوں گی اے میرے پروردگار! اپنے پیارے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق میں امتِ مسلمہ کے درد کو محسوس کرنے کی کوشش تو کرتی تھی، جیسا کہ انھوں نے فرمایا تھا: مومنوں کی مثال تو ایک جسم کی طرح ہے، جب کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو پورا جسم تڑپ اٹھتا ہے، بے آرام ہو جاتا ہے۔"

میرے اختیار میں اتنا ہی ہے بس!! میں ان کے لیے روتی ہوں، سسکتی ہوں، دعائیں کرتی ہوں۔۔۔ میں اس ظلم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی! بے شک میں تلوار اور ہتھیار سے نہیں لڑ سکتی، لیکن میں زبان سے اس ظلم کے خلاف بول تو سکتی ہوں! ایمان کا اتنا درجہ تو میرے پاس ہے کہ میں اس برائی کے خلاف علی الاعلان بول کر جہاد کر سکوں، فریاد کر سکوں، لوگوں کو بتا سکوں کہ میں ان سب ظالمانہ کارروائیوں کو دل سے برا سمجھتی ہوں، یہ بہت زیادتی ہے، یہ انتہائی ظلم ہے! میں دل سے اپنے فلسطینی بہن بھائیوں کے ساتھ ہوں، کاش! کوئی جا کر انھیں بتائے۔۔۔ کہ اے سرزمینِ فلسطین کے مظلوم اور مجاہد مسلمانو!! ہم تمہارے لیے کتنے بے چین ہیں! ہم تم سے اظہارِ یک جہتی کرتے ہیں! ہم تم سے انتہائی محبت رکھتے ہیں! ہم تمہاری آزادی کے لیے روتے تڑپتے ہیں! تم پر ہوتا ظلم ہمارے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ ہم تمہاری برداشت، تمہاری ثابت قدمی اور تمہارے جذبۂ جہاد کو سلام پیش کرتے ہیں!!

ہم دل سے تمہارے ساتھ ہیں۔ ہماری دھڑکنیں تمہارے لیے ہیں، اگرچہ ہم عملی طور پر تمہارے لیے کچھ نہیں کر پا رہے، مگر یقین رکھو! ہمارے دل تمہارے ساتھ دھڑک رہے ہیں۔۔۔! ہم بس تمہیں تسلی ہی دے سکتے ہیں! فتح ضرور تمہارا مقدر بنے گی! تم غازی بنو یا شہید! دونوں صورتوں میں جیت تمہاری ہے۔

ایک دن آئے گا، ظالم خود اپنے شکنجے میں کسا جائے گا۔ ہمارے رب کے وعدے سچے ہیں۔ وہ ظالم کو ڈھیل ضرور دیتا ہے، مگر جب پھندا کستا ہے تو پھر اس کی پکڑ سے کوئی نہیں بچ سکتا!!

"وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ"

اور تیرے رب کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، جبکہ وہ بستی والے ظالم ہوں۔ بے شک! اس کی پکڑ بڑی شدید دردناک ہے۔

وہ خاموش ہوئی تو میرے پاس بھی کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ ویسے بھی سب کچھ تو اس نے کہہ دیا تھا!

میں تو بس اب یہ سوچ رہی تھی کہ اس ساری صورتِ حال میں میرا کیا کردار ہے۔ کسی بے جان ریت کی ڈھیری کی طرح ایک طرف پڑا ہوا یا پھر راکھ میں دبی چنگاری جیسا!!

رانیہ کیا سمجھی

تنزیلہ احمد

"بابا پلیز! اجازت دے دیں نا، میری سب دوستیں جا رہی ہیں، مجھے بھی جانا ہے۔۔۔"

اس نے منّت بھرے لہجے میں کہا تو بابا نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"بیٹا! میں کہہ تو رہا ہوں کہ ہم سب چلیں گے، ٹرپ کے ساتھ جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اپنی بیٹی کو خود لے کر جاؤں گا۔"

"ماما پلیز! آپ ہی بابا کو سمجھائیں، ضرورت ہے! مجھے اپنی اسکول کی دوستوں کے ساتھ ہی جانا ہے۔ دوستوں کے ساتھ اتنا وقت گزارنے اور انجوائے کرنے کا موقع روز روز تھوڑی ملتا ہے۔"

رانیہ کافی دیر سے اپنے والدین کے کمرے میں موجود تھی۔ بچپن سے لے کر اب تک وہ جہاں بھی گئی گھر والوں کے ساتھ ہی گئی تھی۔ اسکول کی زندگی میں کئی بار ٹرپ پر جانے کے مواقع آئے پر ہر بار بابا کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اسے روک لیتے اور وہ مان بھی جاتی، مگر اب وہ بڑی ہو رہی تھی اور کسی طور ماننے کو تیار نہ تھی۔

"سبھی کے ماما بابا نے خوشی خوشی اجازت دی ہے، سب دوستیں اتنی پرجوش ہیں۔ دیکھیں نا بابا! زیادہ دور تو نہیں جانا، صبح جائیں گے شام میں آ جائیں گے۔" والدین کو خاموش پا کر اس نے پھر سے التجا کی۔

"کہہ دیا نا، نہیں جاسکتی تو بس نہیں جاسکتی! خوامخواہ کی ضد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے کمرے میں جاؤ اب بہت ہو گیا۔" انھوں نے جھلاتے ہوئے تیز آواز میں کہا تو تیرہ سالہ رانیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"کیا کرتے ہیں آپ بھی! بچی ہے، دل ٹوٹ گیا اس کا، اتنی سختی نہ کیا کریں بچوں کا ہم عمر دوستوں کے ساتھ کھیلنے کودنے کو دل مچلتا ہے، یہ قدرتی بات ہے۔" اکلوتی بیٹی کی بھری آنکھیں دیکھ وہ خود کو کہنے سے نہیں روک پائی تھیں۔

"یہ تم کہہ رہی ہو؟ کیا سب کچھ بھول گئی ہو؟ مگر میں نہیں بھولا وہ حادثہ! تکلیف، کرب، اذیت۔۔۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ۔۔۔" رندھی آواز میں کہتے ہوئے جمال صاحب نے دانستہ طور جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اپنی بیٹی کے آنسو دیکھ کر انھیں بھی تکلیف پہنچی تھی، مگر وہ مجبور تھے۔

کچھ یاد آتے ہی ثمینہ بیگم کے چہرے پر بھی دُکھ کے سائے لہرائے۔

وہ خاموشی سے سر جھکا کر رہ گئیں۔ اپنے شوہر کی طرح وہ بھی خود کو بے بس محسوس کر رہی تھیں۔

"ارے ارے، کیا ہوا ہماری رانی بٹیا کو۔۔۔! کس نے ڈانٹا ہے؟"

دادا جان نے اسے آنسو بہاتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بھاگتے دیکھا تو روک لیا۔

رانیہ دادا جان کی لاڈلی تھی۔ اس کی آنکھ میں وہ ایک آنسو بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"دادا جان! بابا مجھ سے بالکل پیار نہیں کرتے، انھوں نے کبھی میری خوشی کا خیال نہیں کیا۔ ایک چھوٹی سی فرمائش کی کہ سب دوستیں ٹرپ پر جا رہی ہیں، مجھے بھی جانا ہے، مگر ہمیشہ کی طرح انھوں نے منع کر دیا اور جھڑکا بھی۔" دل میں پکتا لاوا زبان پر آیا تو آنسو شدّت سے گالوں پر لڑھکنے لگے۔

دادا جان نے بے ساختہ اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا۔

"نہ میری پیاری بٹیا! اس طرح نہیں روتے، میں جمال کے انکار کی وجہ اچھے سے جانتا ہوں، مگر شاید تمھیں نہ سمجھا سکوں! بٹیا سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"دادا جان آپ بھی۔۔۔!" غصے سے پیر پٹختے ہوئے وہ اپنے کمرے کی جانب بھاگی۔

اپنے پیچھے اسے دادا جان کی آواز سنائی دی۔

"ارے رکو تو سہی بٹیا! بات تو سنو، میں سمجھاؤں گا جمال کو۔۔۔" مگر وہ نہ رکی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے بیٹے کے کمرے میں موجود تھے۔

"کیوں رُلایا ہے رانی بٹیا کو؟ جانتے ہو، مجھ سے اس کا رونا برداشت نہیں ہوتا۔"

"ابو جی! آپ کو سب پتا تو ہے، باپ ہوں، دل ڈرتا ہے۔ نہیں ہوتی میری ہمت اسے اکیلے کہیں بھیجنے کی۔" جمال صاحب بے بسی سے بولے۔

"مگر یہ بھی تو سوچو کہ یہ ہی تو عمر ہے بٹیا کی دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے، دنیا دیکھنے اور سیکھنے سمجھنے کی، بس کرو بیٹا! بہت برس بیت گئے، بھول جاؤ سب۔ زندگی بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ رانی بٹیا کو اس کا بچپن جینے دو، اللہ پر بھروسا رکھو وہ حفاظت کرنے والا ہے۔"

"ابو جی! میں کیا کروں، وہ حادثہ مجھے کبھی نہیں بھولتا۔" رندھی آواز میں کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

رانیہ دادا جان کو ڈھونڈتے ہوئے بابا کے کمرے کے دروازے تک پہنچی تھی۔ اندر ہونے والی گفتگو اس نے سنی اور خاموشی میں دبی دبی سسکیوں کی آواز سن کر پریشان ہو گئی، ضرور کوئی گہری بات تھی۔

"ماما! ایسی کون سی بات ہے جو بابا اب تک نہیں بھولے؟ اور وہ ڈرتے ہیں مجھے کہیں بھیجتے ہوئے۔" اگلے روز وہ ماں کے سامنے بیٹھی ان سے سوال کر رہی تھی۔ ماما اور بابا دونوں کزن تھے، اس لیے رانی کو یقین تھا کہ ماما کو اصل بات ضرور معلوم ہو گی۔

پہلے تو ثمینہ بیگم ٹھٹھکیں اور بیٹی کا سوال سمجھ کر چپ بیٹھی رہیں، پھر انھیں بہتر یہ ہی لگا کہ اسے سب سچ بتا دیا جائے۔

"دیکھو بیٹا! والدین بالخصوص باپ کو اپنی بیٹی سے بہت محبت ہوتی ہے۔ ایک باپ کی ہمیشہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنی بیٹی کی ہر ممکن حفاظت کریں، مگر۔۔۔"

"مگر کیا ماما! بتائیں کیا ہوا تھا؟"

"آج سے بیس برس پہلے وہ حادثہ ہوا تھا۔ اگست کا مہینا تھا۔ سب بچوں نے جشنِ آزادی منانے کے لیے خصوصی تیاریاں کیں۔ ہرے سفید لباس پہنے اور گھر میں جھنڈیاں لگائیں۔ شام ڈھلے منیبہ نے شور مچا دیا کہ اسے روشنیاں دیکھنے باہر جانا ہے۔ وہ ضدی بھی تو تھی۔"

"منیبہ؟ منیبہ پھپھو کی بات کر رہی ہیں؟ وہی جن کی بچپن میں دیتھ ہو گئی تھی۔" رانی نے حیرت سے پوچھا تو ماما نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تمہارے دادا جی مصروف تھے تو منیبہ اپنے چاچو سے ضد کرنے لگی کہ وہ اسے باہر لے جائیں۔ چاچو نے منیبہ، مجھے اور تمہارے بابا کو بائیک پر بٹھایا اور شہر گھمانے نکل پڑے۔ ہم سب بہت

آؤ گے نا؟

شمائلہ شکیل

مجھے ہر وقت اس کی خوفناک چاپ سنائی دیتی۔ اس کے سیاہ سائے ارد گرد منڈلاتے محسوس ہوتے۔ میرا دل کسی انہونی کے خیال سے لرز اٹھتا۔ میں چھپنے کی جگہیں تلاش کرتی۔ ہر وقت سکڑی سمٹی ڈری سہمی، ادھر سے ادھر چکراتی رہتی۔

ایک دن میرے سارے خوف اور اندیشے حقیقت کا روپ دھارے سامنے کھڑے تھے۔ وہ کالے بادلوں کے رتھ پر سوار ہو کر آئی اور آگ کی صورت برس کر، خزاں بن کے چپے چپے پہ چھا گئی۔ میں نے دیکھا وہ جلتی لاشوں کے پاس کھڑی تھی۔ مکانوں کے ملبے تلے بھی وہی تھی، میں نے سنا۔۔۔ میں نے بھاگتے ہوئے دہل کر سنا، معصوم بچوں کی دل خراش چیخوں میں اس کی ہنسی کی کھنک تھی۔ ہسپتال کے ہر بستر پر، زخمیوں کی آہوں میں، مسیحاؤں کے چہروں پر اسی کی چھاپ تھی۔ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی اولاد کو موت کے منہ میں جاتا دیکھتی ماؤں کی بے بسی میں، ماں باپ کی لاشوں سے چمٹے بچوں کی فریادوں میں، بھوک اور پیاس سے سسکتی اشرف المخلوق کی تڑپ میں اسی کا عکس تھا۔

میں جگہ جگہ بھٹک رہی تھی۔ میرا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ مسلسل بھاگتے ہوئے میں نے اسے کھنڈر بنتے گھروں اور ملبے تلے دبی قبرستان بنتی بستیوں پر فتح کے جھنڈے لہراتے دیکھا۔ اجڑتی مسجدوں اور جلتی درسگاہوں کے پاس وحشت ناک رقص کرتے پایا۔ میری آنکھوں نے ایک اور اذیت ناک کہانی دیکھی۔ وہ ٹوٹے تنوروں پر خوشی کے شادیانے بجا رہی تھی۔ بھاگتے دوڑتے، گرتے پڑتے جب میں نے اپنا پہلا قدم اس "مقدس سرزمین" سے باہر رکھا اور پلٹ کر نم ہوتی الوداعی نگاہوں سے جلتے "غزہ" کی جانب دیکھا تو یہ آخری منظر میری آنکھوں میں چبھ کر رہ گیا کہ "تکلیفوں سے چور دوائیں لیتی انسانیت پر "تباہی" ٹوٹ پڑی تھی۔"

ہاں! وہ "تباہی" ہی تھی، جو وحشتوں پر راج کرتی ہے۔ معصوم آنکھوں سے خواب نوچ لیتی ہے اور ظالموں کی بربریت سے پروان چڑھتی ہے۔ خون کی ندیاں جس کا عروج، آگ اور بارود سامان زینت اور آہ و بکا کے ساز میں جاری موت کا رقص پسندیدہ مشغلہ ہے۔

جہاں تباہی ہوتی ہے، وہاں میرا کیا کام؟ میں ٹھہری سدا کی امن پسند! کوئی مجھے خوشی کہتا ہے تو کوئی تعمیر کے نام سے جانتا ہے۔ کسی کے ہاں میں مسکراہٹ ہوں اور کسی کے نزدیک زندگی کی قوس قزح۔ جب میں بہار بن کے اترتی ہوں تو پھول چہرے کھل اٹھتے ہیں اور معصوم کلیاں مہکنے لگتی ہیں، اگر میں روشنی میں ڈھل جاؤں تو درسگاہوں میں زندگی اور زندگی میں پاکیزگی گھلنے لگتی ہے، لیکن دیکھتے غزہ میں تم میرا کوئی روپ نہیں پاؤ گے، کیوں کہ "تباہی" میرے فلسطین کو طاغوتی جالوں میں جکڑ کر مجھے دیس نکالا دے چکی ہے اور میں "رفح" کے پار، غموں سے نڈھال کھڑی تمہاری مدد کی منتظر ہوں۔

"مسلمانو!!! تم آؤ گے نا۔۔۔؟"

خوش تھے۔ لوگ خوب ہلا گلا کر رہے تھے۔ کچھ لڑکے تیز رفتاری میں بائیک اور گاڑیاں چلا رہے تھے۔ ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ کب ایک انتہائی تیز رفتار گاڑی نے بائیک کو بری طرح ٹکر ماری اور ہم سب گر گئے۔ اس کے آگے مجھے ہوش نہیں رہا تھا۔ منیبہ تب دس برس کی تھی۔ حادثے میں اس کے سر پر گہری چوٹ لگی۔ مجھے اور تمہارے بابا کو بھی بہت چوٹیں آئیں اور چاچو کی تو ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اسپتال میں دو دن کومے میں رہ کر منیبہ۔۔۔ ہمیشہ کے لیے۔۔۔ اللہ جی کے پاس چلی گئی۔"

ماما نے بمشکل بات مکمل کی۔ وہ اب ہچکیوں سے رو رہی تھیں اور رانیہ بت بنی بیٹھی تھی۔

یہ خبر تو اس کے لیے کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔

"ماما پلیز، آپ روئیں تو نہیں!" بے قراری سے کہتے ہوئے وہ اپنی ماں سے لپٹ گئی۔

"تمہاری آنکھیں اور ناک بالکل اپنی پھپھو جیسے ہیں۔" ماما آہستگی سے بولیں تو وہ چونکی۔

"تو کیا دادا جی اس لیے مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ انھیں مجھ میں پھپھو کی جھلک نظر آتی ہے؟"

اس نے کئی بار دادا جی کو چپکے چپکے روتے دیکھا تھا، مگر جب بھی وجہ پوچھتی وہ ٹال جاتے، پر اب وہ وجہ جان گئی تھی۔ جیسے جیسے سوچ رہی تھی، ویسے ویسے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

رات کے کھانے کے بعد وہ بابا سے بات کرنے کے لیے ان کے کمرے میں موجود تھی۔

"بابا وہ۔۔۔ میں نے سوچا ہے۔۔۔ کہ میں آپ کی بات مان لوں۔"

جمال صاحب نے خاموشی سے اس کی بات سنی اور جیب سے ہزار ہزار کے چند نوٹ نکال کر اس کے سامنے کیے۔

"یہ کس لیے بابا؟"

"ٹرپ کی فیس جمع کروانے کے لیے اور وہاں خرچ کرنے کے لیے۔"

"لیکن بابا آپ تو۔۔۔"

"اس شرط پر اجازت دے رہا ہوں کہ آپ وہاں اپنا بہت دھیان رکھو گی، محتاط رہنا، اپنا بہت خیال رکھنا، کچھ الٹا سیدھا نہیں کرنا اور نہ ہی کچھ الٹا سیدھا کھانا ہے اور ہاں! اپنی ماما والا موبائل لے کر جانا تاکہ ہم خیر خیریت سے آگاہ رہیں۔"

"میرے پیارے بابا!" کہہ کر وہ ان کے گلے لگ گئی۔

جمال صاحب سمجھ گئے تھے کہ حفاظت کرنے والی اللہ کی پاک ذات ہے۔ وہ بھی اپنی پوری کوشش کرتے رہیں گے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے رانیہ اپنا بچپن نہ جی پاتی اور اس کی نفسیات میں کوئی گرہ رہ جاتی یا اس کے دل میں کسی قسم کا ڈر بیٹھ جاتا۔ وہ اسے ایک مکمل اور نارمل انسان بنانا چاہتے تھے کہ یہ ان کا فرض تھا۔

"اور دادا جان!"

دروازے سے اندر آتے دادا جان نے شرارت سے پوچھا تو وہ "سب سے پیارے دادا جان" کہتی ان کے کندھے سے جا لگی۔

رانیہ بھی سمجھ گئی تھی کہ باپ کی بیٹیوں میں جان ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے اچھے برے کا خیال رکھے گی۔ کبھی والدین کے لیے تکلیف کا باعث نہیں بنے گی۔ اسے بابا کی اچھی بیٹی کے ساتھ ساتھ دادا جان کی اچھی بیٹی بھی تو بننا تھا۔

چھوٹا منہ بڑی بات

اہلیہ سلیمان

"آپ نے قرآنِ پاک حفظ کیا ہوا ہے؟" انھوں نے اس سے سوال کیا۔

"جی الحمدللہ! کیا ہوا ہے۔" اس نے جواباً کہا۔

"ماشاءاللہ! عالمہ بھی ہیں؟" فوراً ہی اگلا سوال آیا۔

"جی" اس مرتبہ اس نے اختصار سے کام لیا۔

"حفظ کتنے سالوں میں کیا؟ کورس کتنے سال کا کیا؟ کس مدرسے سے کیا؟" سوالوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

"تین سال میں حفظ، دو سال میں دوہرائی اور چھ سالہ کورس اسی مدرسے سے کیا ہے۔" اس مرتبہ بھی اس نے تحمل سے کام لیا۔

آج وہ اپنے اساتذہ کرام سے ملنے مدرسے آئی تھی اور یہ آنٹی تھیں کہ مسلسل سوال پہ سوال کر رہی تھیں، آنٹی کافی باتونی لگتی تھیں اور وہ اتنی ہی خاموشی پسند تھی، اسی لیے اسے اب ان سوالوں سے چڑ ہونے لگی تھی۔ اب آنٹی بھی کچھ دیر کے لیے خاموش ہوئیں اور اسے بھی کچھ سکون ہوا۔

"آپ کتنے بہن بھائی ہو؟ سب نے قرآنِ پاک حفظ کیا ہے؟ اور فیملی میں کون کون ہے؟" سوال پھر سے شروع ہوئے۔

"ہم دو بہنیں، دو بھائی ہیں۔ چاروں الحمدللہ حافظِ قرآن ہیں، دونوں بہنیں عالمہ بھی ہیں اور ہم دونوں کے شوہر حافظ بھی ہیں۔ میرے شوہر تو عالم بھی بن رہے ہیں، اس کے علاوہ میرے چاچو کے دو بیٹے ہیں، دونوں حافظ ہیں۔ چاچو نے بھی ماشاءاللہ اس عمر میں آکر حفظ کیا ہے۔ میری پھوپی کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں، ان میں سے دو نے حفظ کیا ہوا ہے اور ماشاءاللہ تینوں ہی عالمات ہیں، جن دو بہنوں کی شادی ہوئی ہے، ان کے شوہر بھی حافظِ قرآن ہیں۔" اس مرتبہ اس نے تفصیل سے جواب دیا۔

"ماشاءاللہ! سارا خاندان ہی حافظِ قرآن ہے، میری بیٹی تو بہت مشکل سے حفظِ قرآن کے لیے مانی ہے۔" یہ سب سن کر آنٹی اپنی بیٹی کا افسوس کرنے لگیں۔

"یہ ہماری دادو کی محنت ہے کہ آج ہم سب حافظِ قرآن ہیں۔" اب وہ بھی سکون سے بغیر چڑے بات کر رہی تھی۔

"اچھا وہ کیسے؟" آنٹی نے حیرانی سے پوچھا۔

"میرے ابو بتاتے ہیں کہ جب وہ چھوٹے تھے تو نماز کا وقت ہوتا، وہ کہیں بھی کھیل رہے ہوتے، ان کی امی وہاں برقعہ پہن کر پہنچ جاتیں اور ہمیں پکڑ کر مسجد لے جاتیں، جب تک ہم نماز نہ پڑھ لیتے، وہ باہر ہی رہتیں، ہم پانچ وقت کے نمازی اللہ کے فضل کے بعد انھیں کی محنت کی وجہ سے بنے ہیں۔ ہماری امی کی یہ خواہش تھی کہ ان کے بچے حافظِ قرآن ہوں، ہم تو نہیں بن سکے، لیکن ہم نے اپنی اولاد کو بنا دیا۔

انھوں نے اپنی اولاد پر محنت کی اور ان کی اولاد نے اپنی اولاد پر۔۔۔ اگر آج وہ حیات ہوتیں، اپنی اولاد کو اس طرح دیکھ کر انھیں بہت خوشی ہوتی۔

چھوٹا منہ بڑی بات! مگر سچ تو یہی ہے آنٹی کہ آج جو بچے دین سے اس قدر دور ہیں، ان میں سب سے بڑا ہاتھ والدین کا ہے، وہ اپنے بچوں کو A for Apple تو سکھاتے ہیں، مگر A for Allah سکھانا بھول جاتے ہیں، انھیں یہ تو بتاتے ہیں کہ کس ماڈل نے کس قسم کی ڈریس پہنی، یہ نہیں بتاتے کہ ازواجِ مطہرات، بناتِ رسول ﷺ و صحابیات کا لباس کیسا تھا؟ کتنا سادہ تھا؟ وہ انھیں دنیاوی داؤ پیچ تو سکھاتے ہیں، مگر یہ سکھانا بھول جاتے ہیں کہ دین کس چیز کے بارے میں، کیا کہتا ہے؟ ان کو یہ تو پتا ہوتا ہے کہ کون سا ایکٹر کتنا بڑا ہیرو بن گیا، لیکن یہ انھیں کوئی بتاتا ہی نہیں کہ ہمارے اصل ہیرو تو ہمارے نبی ﷺ ہیں، جب بچوں کو شروع سے ہی دین سے اس قدر دور رکھا جائے گا تو انھیں ہمارا آسان دین بھی مشکل لگے گا۔" اس نے پیار سے انھیں سمجھایا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو بیٹا! ہمیں اپنے بچوں کو شروع سے ہی دینی سانچے میں ڈھالنا چاہیے، بچوں کا دل و دماغ کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے، یہ ہم ہی ہیں جو انھیں غلط چیزوں سے بھر دیتے ہیں۔"

آنٹی کو اس کی بات سمجھ آگئی تھی اور وہ خود بھی سمجھ گئی تھی کہ ہر بات پر چڑنا ضروری نہیں ہوتا۔

چھوٹی سی غفلت

اہلیہ عرفان

زوردار چیخ سے رات گئے اچانک میری آنکھ کھلی۔ ہر طرف گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ غالباً لائٹ نہیں تھی۔ جلنے کی بو اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔ یکایک زوردار دھماکے کی آواز آئی، جیسے کانچ کی کئی چیزیں ٹوٹی ہوں۔ لمحے کے ہزاروں حصے میں ذہن جاگا اور میں تیزی سے دروازے کی طرف بھاگی، گھر کا بیرونی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ بابا اور پڑوس والے گھروں کے کچھ مرد حضرات، ہمارے سامنے والے پڑوسی حنیف بھائی کے گھر کا دروازہ پوری قوت سے دھڑ دھڑا رہے تھے۔ جھٹکے سے دروازہ کھلا تو پورا گھر کالے دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ گھر کی بیٹھک میں آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ اکیلے ہی آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے، جوں ہی دروازہ کھلا ان کی اہلیہ ہمارے گھر میں تشریف لے آئیں اور سب نے مل کر آگ بجھائی۔

رات کے 12 بج چکے تھے اور لائٹ نہیں آئی تھی۔ حنیف بھائی کا یو پی ایس بند ہو چکا تھا۔ اندھیرا ہونے کے باعث انھوں نے سونے سے قبل موم بتی جلا کر بیٹھک میں رکھ دی۔ غالباً موم بتی پاس پڑے ہوئے سامان پر جا گری اور آگ پکڑ لی۔ دھواں پھیلنے پر دم گھٹنے کی وجہ سے اچانک ثمینہ بھابھی کی آنکھ کھل گئی اور انھوں نے زوردار چیخ ماری۔ آگ کی وجہ سے دیوار پر آویزاں فریم اور گھڑی چکنا چور ہو گئی۔ اسی آواز سے ہم سب کی آنکھ کھل گئی اور اللہ تعالیٰ نے جانی نقصان سے بچا لیا۔

یکایک میرے ذہن میں حدیث مبارکہ کا مفہوم روشنی کی کرن کی طرح داخل ہوا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رات کو مدینے میں کسی کا گھر جل گیا، جب رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ آگ تمہاری دشمن ہے، جب سونے لگو تو اس کو بجھا دو۔"

بے شک اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے اور "اسوۂ رسول اکرم ﷺ ہی میں ہماری دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔"

ہماری ترجیحات

اریشہ امجد

”آپ کے ہاتھ میں تو بہت صفائی ہے۔ آپ پہلے سے ہی سیکھی ہوئی ہیں کیا؟“ ابھی مجھے مہندی سینٹر میں لگے چند دن گزرے تھے کہ مس سبا نے مجھ سے کہا تھا، تب میں چونک گئی تھی، بہت کچھ یاد آنے لگا تھا۔ ”نہیں میم! کیلیگرافی کرتی ہوں تو شاید اسی لیے ہاتھ میں صفائی ہے۔“ اور میں بس اتنا ہی کہہ سکی تھی، اب کتنے عرصے بعد میں اپنے استادوں کے منہ سے اپنی تعریف کے الفاظ سننے لگی تھی اور ابھی چند دن پہلے کالج میں استادی کے مقابلے کی جیت پر ٹیچر نے مجھے سراہا تھا۔ میرے لہجے کی، میرے بولنے کے انداز کی تعریف کی تھی۔ کتنا اچھا لگتا ہے یہ سب کچھ، نیا نیا سا لگتا ہے۔ میں یہ سوچ رہی تھی، حالاں کہ یہ سب بہت عرصے بعد ہوا تھا، لیکن نیا تو نہیں تھا، میں نرسری سے چھٹی جماعت تک ٹیچرز کی پسندیدہ تھی، ذہین اور نڈر تھی، لیکن ساتویں سے دسویں جماعت تک میں اپنی دُھن میں رہی تھی، دوستیاں یاریاں محبت کے چکروں میں پڑ گئی تھی۔ کلاسیں گول کر لیتی تھی، لیکچر بور کرتے تھے، کتنی دفعہ ٹیچر سے بدتمیزی بھی کی تھی، میں کلاس میں بے عزت ہونے لگی تھی، لیکن میں سمجھنے کے بجائے ان کے پیچھے ان کی برائیاں کرتی تھی، اسی دوران میں ایک کیلیگرافی سینٹر میں لگ گئی۔ مس فلک بہت اچھی تھی، بہت پیار سے سکھاتی تھیں، میری دل چسپی بڑھنے لگی تھی، جلد ہی اپنی محنت سے زیادہ میں قابل ہوگئی تھی اور تب میں اس احساس میں گھری تھی کہ میں نے اپنا کتنا وقت ضایع کیا تھا، لیکن کچھ دن بعد میں انہی دوستوں کی صحبت میں پھر ویسی ہوگئی تھی۔ ٹیچرز کی نقلیں اتارنا، کالج کے چکر کاٹنا، بے فکر رہنا، پھر اسکول ختم ہو گئے اور ہم سب الگ ہوگئے۔ گیارہویں جماعت میں نئی نئی لڑکیاں ملیں، وہ لڑکیاں بہت ذہین تھیں، پھر آہستہ آہستہ وہ ٹیچرز کی پسندیدہ بن گئیں۔ استادوں کا ان کی طرف جھکاؤ دیکھ کر میں پہلی بار خود کو کمتر محسوس کرنے لگی تھی، مگر میں کچھ نہیں کر سکتی تھی، کیوں کہ نویں جماعت میں پڑھایا گیا سبق میں گیارہویں میں آکر بھی نہیں جانتی تھی، پھر میں نے خاموشی کو چن لیا۔ وقت کی پابندی کرنے لگی، پہلی بینچ پر بیٹھتی تھی، ٹیچرز کی سنتی تھی اور اس وقت میں نے نوٹ کیا کہ مس رقیہ کتنا اچھا بولتی ہیں، وہ ہر روز ہمارے اندر کے شاگرد کو جگاتی تھیں، مجھے اردو اچھی لگنے لگی اور پھر یوں ہوا کہ مس رقیہ بولتی رہتیں اور میں سنتی چلی جاتی۔ اردو میری پسندیدہ بنی اور میں مس رقیہ کی پسندیدہ بن گئی، پھر جب پرانی دوستیں کہیں ملتیں تو باتیں وہی ہوتی تھیں، مگر میری ترجیحات بدل گئیں تھیں، پھر میں ڈرتی تھی کسی بھی استاد پر ہنسنے سے کہ کہیں میں پھر سے نہ رد کر دی جاؤں اور آج پھر کسی استاد نے میری تعریف کی تھی، شاید اس لیے کہ کل میری ایک ساتھی نے میم سے بدتمیزی کی تھی، پھر میرے سمجھانے پر اس نے معافی مانگی لی۔ میں نے انگریزی کے استاد کی عزّت کی تو آج اسکول کالج گھر کوئی بھی جگہ ہو، مجھے عزّت ملی اور میں نے یہ عزّت پانے کے لیے اپنی ترجیحات بدلیں تھیں۔ دوستیں تو جگہ جگہ مل جاتی تھیں، مگر اس علم نے مجھ سے میری ہنسی، دوستیاں، قہقہے، میری بے فکری، حسین پل سب کچھ لے کر مجھے صرف اپنا کچھ حصہ دیا تھا۔ علم کی طلب میں چاہت نہیں، شدّت ضروری ہے، جب تک علم کے بنائے اصول نہیں اپنائے جاتے، علم راس نہیں آتا، علم خود کہتا ہے کہ مجھے اپناؤ، مجھ سے محبت کرو، میرے سکھانے والے سے محبت کرو، اس کی عزّت کرو، مجھے وقت دو، محنت کرو، مجھے حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کھو سکتے ہو کھو دو، پھر میں تمہیں اس طرح راس آؤں گا کہ تمہیں تمہاری اپنی ترجیحات بے بنیاد لگیں گی، تم معتبر ہو جاؤ گے، مجھے ذرا سا بھی پا کر!!!!

باہمت فلسطینیو!

بنت مسعود احمد

ظلمت کا ہے یہ اک قصہ — قبضے میں ہے اول قبلہ
ارضِ مقدس پر اے لوگو! — اللہ کی رحمت چھائی تھی
چالاکی سے دشمن نے پھر — فتنوں کی آگ لگائی تھی
مکتب مسجد تکبیریں تھیں — ہاں اسلامی تعمیریں تھیں
تھا عمر نے جس کو سنوارا — ایوبی نے جس کو نکھارا
عثمانی جب دور تھا لوگو! — اپنا سب کچھ اس پر وارا
آئے تھے لٹ پٹ کر دشمن — رہنے کو دیا اپنا آنگن
پھر یوں منظر بدلا لوگو! — ڈاکا ایسا ڈالا لوگو!
چھینی ان کی ہر وہ دولت — رب نے دی تھی جس میں برکت
دشمن نے دکھلائی خصلت — ہٹ دھرمی تھی اس کی عادت
ناجائز تھا ان کا قبضہ — تاکہ چھینے گنبد صخرہ
جال بنا ایسا دشمن نے — جنگیں دیکھیں کتنی امن نے
بس پتھر خالی ہاتھوں میں — مد مقابل بم بندوقیں
جیسے رب نے بھیجے کنکر — ہاتھوں میں ان کے تھے پتھر
دنیا دیکھے ان کی جرات — ڈٹ کر لڑتے ہیں باہمت
پسپا کرتے ہیں دشمن کو — پاتے ہیں یہ رب کی نصرت
راہِ خدا کے پروانے ہیں — دنیا سے یہ بیگانے ہیں
جیتے ہیں اللہ کی خاطر — مرتے ہیں اللہ کی خاطر

قصور اپنا ہی نکلا

یسریٰ عبدالرحمن

"بابا جان! مجھے نیا موبائل فون چاہیے۔ میرے اسکول میں تمام دوستوں کے پاس نیو ماڈل کا موبائل فون ہے۔" تیرہ سالہ عرفان نے ضدّی لہجے میں اپنے والد سے کہا۔

"کیوں نہیں میری جان! ہم آج ہی آپ کو نیو ماڈل کا اینڈرائڈ موبائل دلائیں گے۔" ندیم لغاری صاحب نے (جو اپنے بزنس کے کسی کام میں الجھے تھے) اپنے بیٹے کی طرف نثار جاتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، پھر میں بس پندرہ منٹ میں تیار ہو کر آتا ہوں۔" عرفان نے جھٹ سے اپنے بابا سے کہا اور ندیم صاحب اس کی جلد بازی پر مسکرا دیے۔

تیرہ سالہ عرفان اپنے ماں باپ کا اکلوتا اور لاڈلا چشم وچراغ تھا، چوں کہ ندیم لغاری صاحب اور فرزانہ بیگم کی عرفان کے سوا اور کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے وہ اس کی ہر جائز و ناجائز خواہش پلک جھپکتے پوری کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عرفان دن بدن ضدّی اور خود سر ہوتا جا رہا تھا۔ اگر کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف ہو جاتی تو بد تمیزی پر بھی اتر آتا تھا۔ ندیم صاحب اور فرزانہ بیگم کو اس کے رویّے سے اس لیے بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ سارا سارا دن اپنے بزنس کے جھمیلوں میں ہی الجھے رہتے۔ ندیم صاحب کو اپنی میٹنگ اور فرزانہ بیگم کو اپنی ذاتی سر گرمیوں سے فرصت ملتی تو وہ اپنی اولاد کو وقت دے پاتے۔ وہ اپنے کاموں میں مصروف رہتے اور عرفان صبح کے وقت اسکول جا کر برائے نام پڑھائی کر کے گھر واپس آتا اور باقی کا وقت اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ گزارتا۔ اب اس کے دل میں اپنے دوستوں کے پاس اتنے مہنگے مہنگے فون دیکھ کر نئی خواہش نے سر ابھارا تھا۔

آئی فون، اینڈرائڈ فون، سامسنگ، موٹرولا وغیرہ غرض ہر طرح کے مہنگے ترین اور ہر سائز کے موبائل فون دیکھ کر عرفان کو اپنے لیے موبائل فون منتخب کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ خیر! اپنے بابا جان سے پوچھ کر اس نے ایک مہنگا اور نیو ماڈل کا موبائل خرید لیا اور خوشی خوشی اپنے بابا جان کے ساتھ گھر واپس ہو لیا۔

عرفان اب اپنا سارا وقت اپنے موبائل فون پر سوشل میڈیا اور دیگر فضولیات میں صَرف کرنے لگا تھا۔ اسے اپنے والدین کی کوئی پروا تھی، نہ وہ اپنی تعلیم پر کوئی توجہ دے پا رہا تھا۔ کئی بار اسکول سے اس کی شکایت بھی آ چکی تھی، مگر عرفان کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ پہلے سے زیادہ بد تمیز اور ضدّی ہو چکا تھا۔ گھر سے کئی کئی دن تک غائب رہنا اس کا معمول بن چکا تھا۔ ندیم صاحب اور فرزانہ بیگم کو اب بھی اس بات کا احساس نہیں تھا کہ وہ انجانے میں اپنے بیٹے کو کس عذاب کی طرف دھکیل چکے ہیں۔

"سوری میم! یہ اب اس دنیا میں نہیں رہے!!!" یہ سننا تھا کہ فرزانہ بیگم چیخ مارتی زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ ندیم لغاری صاحب کے ساتھ کسی دوست کے گھر دعوت پر جا رہی تھیں کہ راستے میں ایک تیز رفتار ٹرک سے ان کی گاڑی کا خوف ناک ایکسیڈینٹ ہوا، جس کے نتیجے میں ندیم لغاری صاحب کے عین سر پر اسٹیرنگ لگا اور موقع پر ہی ان کی وفات ہو گئی۔ ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی وہ دم توڑ چکے تھے۔ فرزانہ بیگم کی نگاہوں کے سامنے ان کے ساتھ گزارے کئی پل ایک ساتھ گھوم گئے کہ کیسے وہ ایک گھر میں ہوتے ہوئے بھی اجنبیوں کی طرح رہتے تھے۔ انھیں فوراً اپنے بیٹے کا خیال آیا جو کئی دنوں سے گھر سے غائب تھا۔ انھوں نے جلدی سے اسے فون کیا اور روتے ہوئے ندیم صاحب کی موت کا بتایا تو یہ سن کر ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، جب ان کے بیٹے نے انتہائی بد تمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: "میرا آپ دونوں سے کوئی رشتہ نہیں، آیندہ مجھے فون کر کے تنگ مت کیجیے گا۔"

فرزانہ بیگم خالی خالی نگاہوں سے فون کو تکتی رہ گئیں۔ ان کے دل سے بے ساختہ نکلا: "کاش! میری کوئی اولاد ہی نہ ہوتی۔" مگر پھر اپنی گزری ہوئی زندگی پر غور کیا تو انھیں سارا قصور اپنا ہی محسوس ہونے لگا۔ وہ اب پچھتا رہی تھیں، اگر وہ اپنے گھر اور اپنی اولاد کو وقت دیتیں تو آج صورتِ حال یوں نہ ہوتی۔ اپنی اولاد کی ہر ضد پر سر تسلیم خم نہ کرتیں تو وہ آج اتنا بد تمیز اور خود غرض نہ ہوتا۔

موجودہ دور میں والدین نے اپنی اولاد کی اچھی تربیت اور ان کے ایمان کی فکر کے بجائے ان کو سوشل میڈیا کے بے دریغ استعمال پر لگا دیا ہے، جس کا نتیجہ اسی صورت میں نکلتا ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا غلط چیز نہیں، مگر ان کا غلط استعمال انسان کو پچھتاووں کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیتا ہے۔۔۔!

جُنید امِین

جُنید امِین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

منبر

ام محمد عبداللہ

"عمر! تمھیں اپنے کام میں کام یابی ہوئی؟" اسد نے تجسّس سے اپنے چچازاد بھائی عمر کو لکڑیوں اور ایک چھوٹی آری کے ساتھ کام کرتے دیکھ کر کہا۔ عمر پچھلے کئی دنوں سے ان لکڑیوں کو جوڑ کر کچھ بنانا چاہ رہا تھا، مگر ابھی تک کام یاب نہیں ہوا تھا۔

"نہیں، ابھی تک تو نہیں۔" عمر نے نفی میں سر ہلایا۔ "لیکن مجھے اُمید ہے، میں جلد کام یاب ہو جاؤں گا، ان شاء اللہ!" اس نے پُراُمید لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا! بتاؤ تو بنا کیا رہے ہو؟ اسکول سے کوئی پراجیکٹ ملا ہے کیا؟" اسد نے اشتیاق سے پوچھا۔ وہ دونوں ہم عمر اور نویں جماعت کے طالب علم تھے، مگر دونوں کے اسکول جدا تھے۔

"نہیں! اسکول کا پراجیکٹ تو نہیں ہے۔" عمر نے اسد کی جانب دیکھا۔ "کسی نے ایک امانت حوالے کی تھی، اس کی حفاظت نہیں ہو پائی، لیکن اب وہ امانت لوٹانی ہے۔" عمر کے چہرے پر غم اور فکر کے سائے لہرا کر رہ گئے تھے۔ "مجھے امی جان نے مارکیٹ سے کچھ سودا لانے کو کہا ہے، تم میرے ساتھ آؤ۔" اسد نے عمر سے کہا تو وہ دونوں مارکیٹ کی جانب چل پڑے۔

"عمر بیٹا! آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں، بتی بند کر کے سو جائیں۔" امی جان نے عمر کے کمرے سے روشنی آتی دیکھی تو اس کے پاس چلی آئیں۔

عمر اپنے بستر پر بیٹھا تکیے سے ٹیک لگائے کوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔

"امی جان!" اس نے سر اٹھا کر امی جان کی طرف دیکھا تو امی جان کا تو دل ہی کانپ کر رہ گیا۔ "کیا ہوا عمر؟ تمھاری آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں؟"

"اگست کا مہینا شروع ہوتا ہے نا امی جان! تو میرا دل بہت اداس اور بوجھل ہو جاتا ہے۔ میں اپنے آپ کو بہت کم زور اور بے بس محسوس کرتا ہوں، میں اکثر اپنے کمرے میں بند ہو کر رو بھی پڑتا ہوں۔" وہ بہت اداس تھا۔

امی جان نے ایک گہری ٹھنڈی سانس بھری، وہ اس کا دکھ سمجھ رہی تھیں۔

"مگر امی جان! اس مرتبہ میں نے عزم کیا ہے کہ بے بسی کا یہ احساس اتار پھینکوں گا اور ضرور ضرور کچھ کروں گا۔" اب کہ عمر کے آواز و انداز میں اُمید اور اعتماد تھا۔

امی جان نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کی کام یابی کی دعا کی اور سو جانے کی تلقین کرتے ہوئے بتی بجھا کر چلی آئیں۔

عمر کے اسکول میں صبح کی اسمبلی ہو رہی تھی۔ آج اسمبلی کروانے کی باری عمر کی جماعت کی تھی اور اسمبلی میں پریزینٹیشن عمر نے دینی تھی۔

اپنی باری پر وہ اعتماد سے چلتا ہوا اسٹیج تک آیا۔ سب طلبہ حیران تھے کہ عمر اپنے ساتھ کیا لے کر آیا ہے۔

"عزیز ساتھیو! آپ حیران ہیں کہ اپنے ساتھ میں کیا لے کر آیا ہوں؟ تو سنیے! یہ منبر صلاح الدین کا لکڑی سے بنایا گیا ایک ماڈل ہے۔ اسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بہت اُمیدیں لیے بنایا ہے۔"

"منبر صلاح الدین" کچھ لڑکے بڑبڑائے۔ ان کے لیے یہ کچھ نیا تھا۔

"جی ہاں! منبر صلاح الدین"

"عزیز ساتھیو! ہم سب کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور بالخصوص اپنے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ سے بے انتہا عقیدت و محبت ہے۔ آپ سے وابستہ ہر شے ہمیں عزیز تر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پہلی صلیبی جنگ، The First Crusade گیارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں مسیحی یورپ کی جانب سے مسلمانوں پر مسلط کی گئی اور جس کے نتیجے میں 15 جولائی 1099 میں القدس شہر اور مسلمانوں کی تیسری مقدّس ترین مسجد، وہ مسجد جہاں ہمارے رسول ﷺ نے شبِ معراج تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت کروائی اور جہاں سے آپ سفرِ معراج پر روانہ ہوئے پر صلیبیوں نے قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا تو انبیائے کرام اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دم بھرنے والوں کی آنکھوں سے نیندیں اور لبوں سے مسکراہٹیں غائب ہو گئیں اگر کوئی فکر باقی بچی تو بس وہ بیت المقدس، مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کی فکر تھی۔"

اسمبلی ہال میں موجود سب بچے روانی سے بولتے عمر کو دم سادھے سن رہے تھے، وہ جو ہمہ وقت اسپورٹس چینل کے زیرِ سحر تھے۔ ایک یک سر مختلف موضوع سن رہے تھے۔

"یہی وجہ تھی کہ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دستِ راست اور جاں نشین سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے پختہ عزم کیا کہ وہ بیت المقدس کو کفّار کے تسلّط سے آزاد کروا کے ایک بار پھر وہاں اسلام کا عَلم بلند کریں گے۔ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ جذبۂ جہاد سے سرشار یہ پختہ یقین رکھتے تھے کہ ایک نہ ایک دن وہ ضرور مسجدِ اقصیٰ کو آزاد کروالیں گے اور سرزمینِ اقصیٰ ایک بار پھر مومنین کے سجدوں سے منوّر ہو گی۔ اسی لیے انھوں نے اس محبوب و مسجود الانبیا مسجد کی آزادی کے لیے جہاں سرفروشوں کا لشکر تیار کیا، وہیں مسجد میں نصب کرنے کے لیے ایک منبر بھی تیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ منبر شام کے شہر "حلب" میں تیار ہوا تھا۔ اس کو جوڑنے کے لیے کسی قسم کی گوند یا کیل استعمال نہیں ہوئے تھے، بلکہ لکڑی کو ہی مختلف طریقوں سے خوب صورتی اور مہارت سے تراش کر بنایا اور جوڑا گیا تھا۔" عمر نے کچھ دیر سانس لیا اور پھر گویا ہوا:

"دوستو! یہ میں نے اسی منبر کا ماڈل تیار کرنے کی کوشش کی ہے، جیسے سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو قوی اُمید تھی کہ وہ مسجدِ اقصیٰ آزاد کروا کے دم لیں گے۔ آج میں بھی ایسے ہی عزم کرتا ہوں کہ مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے اپنا تن، من دھن وار دوں گا۔" جوش سے عمر کی آواز بھرّا گئی تھی۔

اسمبلی ہال سبحان اللہ کی آواز سے گونج اٹھا تھا، سب کی نگاہیں عمر کے بنائے گئے منبر کے ماڈل پر مرکوز تھیں۔

"مگر دوستو! سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ بیت المقدس کی آزادی سے پہلے ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کے بعد ان کے جاں نشین اور مسلم قوم کے بہادر و غیور سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے بہادری اور ملی غیرت کی شان دار تاریخ رقم کرتے ہوئے ایک طویل اور ان تھک جدو جہد کے بعد 1187 میں مسجدِ اقصیٰ پر 88 سالہ صلیبیوں کے غاصبانہ قبضے کا خاتمہ کیا اور اس عظیم الشان منبر کو محرابِ مسجد کے قریب

"اماں! میری جیب خرچی کب ملے گی؟" ٹیپو نے بستہ کندھے پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"میرے لعل! اس ہفتے آپ کے ابا کو مزدوری نہیں ملی، جیسے ہی مزدوری ملے گی میں اپنے بچے کو دوگنی جیب خرچی دوں گی۔"

ماں نے اس کے گال پر پیار کرتے ہوئے دلاسہ دیا اور بولیں: "بیٹا! مایوس نہ ہونا، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں، اللہ نے اگر چاہا تو ضرور آپ کو چنے کی چاٹ کھلادیں گے۔"

وہ بنا کوئی جواب دیے افسردہ صورت لیے اسکول کے لیے چل دیا۔ کل سے اس کا چنے کی چاٹ کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا، لیکن خالی جیب اسے منہ چڑا رہی تھی، اماں کی طرف سے بھی جواب مل گیا تھا، ان کی جھوٹی تسلی پر اس نے کان نہیں دھرا، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ پیسوں کا بندوبست کہاں سے کرے۔۔۔؟ یا اللہ تعالیٰ! اسے آج چنا کی چاٹ کھلادیں گے؟ کیسے کھلائیں گے؟ کس کو بھیجیں گے اسے چنے کی چاٹ کھلانے؟

یہی سوالات دن بھر اس کے ذہن میں چھائے رہے۔

گھنٹی بجتے ہی سب بچے کھیل کے میدان کی طرف چل دیے، لیکن ٹیپو اپنی جماعت میں ہی خاموشی کے ساتھ بیٹھا رہا۔ وہ باہر نکل کر کیا کرتا، کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ ارشد کمرہ جماعت میں آیا، بیگ کھولا اور پیسے نکالے۔ اس نے ٹیپو کو یوں گم صم بیٹھے دیکھا تو بولا: "ٹیپو! اِدھر اکیلے بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ آؤ باہر چلتے ہیں، تمہیں چنے کی چاٹ کھلاؤں گا۔ ٹیپو کو اس کی بات پر یقین نہ آیا، وہ حیرانی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ ارشد اسے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ باہر لے گیا اور دونوں نے چاٹ کھائی۔ گھنٹی بج کر تفریح کا وقت ختم ہونے کا اعلان ہوا۔ وہ دونوں واپس کمرۂ جماعت کی طرف آرہے تھے،

ٹیپو نے پوچھا: "آپ کو مجھے چنا کی چاٹ کھلانے کا خیال کیسے آیا؟"

"کیا ہوا دوست! آپ ایسے سوال کیوں کر رہے ہو؟ کیا میں اپنے دوست کو چاٹ نہیں کھلا سکتا؟"

ارشد نے الٹا اسی سے سوال کر ڈالا۔

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" ٹیپو جزبز ہوا۔

"وہ در اصل مجھے امی نے ہدایت کی تھی، جب بھی کچھ کھاؤں، اپنے کسی دوست کو بھی شریک کر لیا کروں۔ میں ہمیشہ بھول جاتا تھا، آج آپ کو اکیلے بیٹھے دیکھا تو پیشکش کر دی۔"

ٹیپو گھر جاتے ہوئے سوچ رہا تھا: "کیا اللہ تعالیٰ نے ارشد کے ذہن میں مجھے چنا چاٹ کھلانے کا خیال ڈالا تھا؟ وہ جو ہمیشہ بھول جاتا تھا، آج مجھے دیکھ کر اسے اپنی امی کی ہدایت یاد آگئی اور آج اس کا دل بھی چنا چاٹ کھانے کو ہی چاہ رہا تھا۔ کیا یہ اتفاق ہے؟" وہ سوچوں سے لڑتا گھر پہنچ گیا۔

وہ فوراً اپنی امی کے پاس گیا اور آج کا سارا واقعہ سنا ڈالا، وہ دھیرے سے مسکرا دیں۔

"کیا اللہ تعالیٰ نے ارشد کے ذہن میں مجھے چنا چاٹ کھلانے کا خیال ڈالا تھا؟"

ذہن میں مچلتا سوال زبان پر آگیا۔

"جی بیٹا! بالکل ایسا ہی ہے۔ اللہ پاک اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت رکھتا ہے، ایک ماں کا دل کرتا ہے کہ اس کا بچہ جس چیز کی خواہش کرے، وہ فوراً پورا کر دے، جب ایک ماں کا یہ حال ہے تو سوچو رب کی محبت کیسی ہو گی؟ اللہ تعالیٰ ہی ہماری سب ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ رب العزت نے ہمارے لیے یہ زمین و آسمان بنائے، اس آسمان سے ہمارے لیے پانی اتارتا ہے، زمین میں رزق پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہر انسان دوسروں کے کام آئے۔ تبھی وہ ہم سب کے وسیلے سے اپنے بندوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ آپ کا دوست اللہ کا پسندیدہ اور بہت اچھا بچہ ہے، اس کی والدہ اس کی بہت اچھی تربیت کر رہی ہیں۔"

ٹیپو والدہ کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا۔

"آپ کے ابو جان کو کام مل گیا ہے، کل آپ بھی ارشد کو کوئی چیز کھلا دینا، بلکہ اپنی عادت بنالو، روزانہ کسی نہ کسی دوست کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا کرو، برکت ہوتی ہے۔" ٹیپو نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا۔

"اور ہاں، ایک بات اور۔۔۔!" امی کچھ توقف کے بعد بولیں۔

"اگر کبھی کوئی خواہش یا ضرورت پوری نہ ہو تو اللہ سے بدگمان مت ہونا، اپنی دعا جاری رکھنا، کبھی اسے ہمارا مانگنا اتنا پسند آتا ہے کہ وہ چاہتا ہے میرا بندہ مجھ سے بار بار مانگے اور ہماری دعا کبھی رائیگاں نہیں جاتی، جو دعا دنیا میں پوری نہ ہو تو سمجھ جاؤ اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر آخرت کے لیے سنبھال رکھا ہے اور آخرت کا اجر دنیا کے اجر سے کہیں زیادہ اچھا ہو گا۔"

"سمجھ گیا امی!" ٹیپو کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

رات کو سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو سوچنے لگا اللہ تعالیٰ کتنا مہربان ہے اور پھر اس کے ننھے سے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے اور ملنے کی خواہش انگڑائیاں لینے لگی اور وہ یہی سوچتے سوچتے سو گیا کہ وہ ایک دن اپنے اللہ تعالیٰ سے ضرور ملے گا۔

نصب کر کے دنیائے عالم پر ثابت کیا کہ مسجدِ اقصیٰ کے حقیقی وارث امتِ محمدیہ کے سوا کوئی اور نہیں ہیں۔"

ہال ایک بار پھر اللہ اکبر سے گونج اٹھا۔ ایک بچے نے جذبۂ ایمانی سے مغلوب ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا تو سب نے اس کی تقلید کی۔

"لیکن دوستو! اس منبر کی کہانی ابھی باقی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ناجائز یہودی ریاست اسرائیل نے فلسطین کے عوام پر ظلم و ستم اور غیر انسانی سلوک کی انتہا کر رکھی ہے۔ گاہے بگاہے مسجدِ اقصیٰ اور اس سے منسوب ہر شے ان کے بغض و عناد کا شکار ہو رہی ہے۔ 21 اگست 1969 کو آسٹریلوی نژاد یہودی دہشت گرد ڈینس مائیکل روہن نے مسجدِ اقصیٰ میں آگ لگا دی، جس میں دیگر نقصانات کے ساتھ ساتھ مسلم تاریخ کا یہ نایاب و شان دار منبر کہ جو سات صدیوں سے مسلم کاریگری و ہنر مندی کے ساتھ ساتھ ان کی غیرت و حمیت اور بہادری و شجاعت کا منہ بولتا ثبوت چلا آرہا تھا جلا دیا گیا۔" عمر نے لمحہ بھر کو رک کر گہری سانس لی، سب طلبہ کے چہروں پر دکھ کا سایہ سا لہرا گیا تھا۔

"ساتھیو! وہ منبر تو جل گیا، مگر اس کی راکھ پکارتی ہے:

فاتح بیت المقدس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے جانشینو!

سپہ سالار فتوحاتِ شام امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے وارثو!!

اٹھو! اور دنیائے عالم پر ثابت کرو کہ بیت المقدس کا حقیقی وارث امتِ محمدیہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔"

عمر اپنا دردِ دل سب کے سامنے بیان کر آیا تھا اور بیت المقدس کے حقیقی وارث اپنے عظیم ورثے کے بارے میں جاننے اور اس کے تحفظ کے لیے آگے بڑھنے کو تیار تھے۔ ان شاء اللہ!

روبوٹ کا ہنگامہ

عرفان حیدر

وہ ایک جدید طرز کا ریسرچ سنٹر تھا۔ مسٹر ہاک کرسی پر بیٹھے، سامنے میز پر رکھے لیپ ٹاپ پر کام کر رہے تھے۔ ان کے ایک کان میں سفید رنگ کا ائیر پوڈ بھی لگا ہوا تھا۔ قریب ہی شیشے کے فریم میں ایک سیاہ رنگ کا روبوٹ بند تھا۔ لیپ ٹاپ کی تاریں اس شیشے کے فریم سے جڑی ہوئی تھیں۔ لیپ ٹاپ کی سکرین پر ”InstallingChip“ کی سیدھ میں ٪93 لکھا ہوا تھا۔

ائیر پوڈ پر نیلے رنگ کا بالکل چھوٹا سا بلب روشن ہوا، جس کا مطلب تھا کہ کال کا آغاز ہو گیا ہے۔

”ہیلو مسٹر ٹام! خدا کا شکر ہے کہ یہ پروجیکٹ خیر وعافیت کے ساتھ مکمل ہونے جا رہا ہے۔ روبوٹ کے اندر تمام انسانی فنکشنز کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی گئی ہے۔“

اس دوران روبوٹ میں چپ سو فیصد انسٹال ہو گئی اور لیپ ٹاپ کی سکرین پر اس کا نوٹیفیکیشن بھی آیا، پر مسٹر ہاک کا دھیان اس طرف نہیں گیا۔

”جس نئی چپ کا میں تجربہ کرنے جا رہا ہوں، اگر یہ کام یاب ہو جاتا ہے تو انسانی تاریخ میں ایک نیا انقلاب آ جائے گا۔ یہ چپ ایک طرح سے روبوٹ کو انسان بنا دیتی ہے اور کبھی کبھی تو مجھے ایسے لگتا ہے کہ اپنی خصوصیات کی وجہ سے یہ روبوٹ انسان سے بھی کئی گنا طاقت ور اور ذہین بن جائے گا، پھر ہم ایسے مزید روبوٹ بھی بنائیں گے، جنھیں ہم دوسرے سیاروں پر بھیج سکیں گے۔ یہ ملکی خفیہ ایجنسیوں کی مدد کریں گے، ہسپتالوں میں کام کریں گے، تعلیمی اداروں میں پڑھائیں گے اور لیبارٹریوں میں تجربات کریں گے۔ یہی نہیں ہم ان کی بدولت بہترین ایٹمی ہتھیار اور جنگی ساز و سامان بھی بنائیں گے۔“ اس کے بعد اس نے کال کے دوسری طرف موجود شخص سے داد وصول کی اور پھر فون رکھ دیا۔

اتنے میں فریم میں بند سیاہ روبوٹ شیشہ توڑ کر باہر نکل آیا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے نکلنے والی لیزر روشنی سے مسٹر ہاک کو خون میں لت پت کر دیا اور وہ ایک طرف گر گئے۔

◆◆◆

ہینری اور بیلا گیراج میں بیٹھے لڈو کھیل رہے تھے کہ ادھر سے مسٹر ٹام بھاگے بھاگے آئے۔ وہ بیلا کے بابا اور ہینری کے چچا تھے۔ ان کا چہرے سے ان کی پریشانی اور بے چینی عیاں ہو رہی تھی۔

”ایک بری خبر ہے۔“ وہ بولے۔

”کیا ہوا؟“ بیلا نے پوچھا۔ وہ دونوں حیرانی سے اپنی نشستوں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

”وہ مسٹر ہاک۔۔۔ گزر گئے ہیں۔“ انھوں نے رنجیدگی سے کہا۔

”اوہ ہو!“ ہینری بولا۔

”مسٹر ہاک! وہ تو مصنوعی ذہانت کے خصوصی پروجیکٹ پر کام کر رہے تھے۔“ بیلا بولی۔

”ہاں اور ان کی جان ایک روبوٹ نے لی ہے۔“ یہ سنتے ہی ہینری اور بیلا کے چھکے چھوٹ گئے۔

”وہ کیسے؟“ ہینری حیرت کی کھائی میں اوندھے منہ گر چکا تھا۔

”مسٹر ہاک اس روبوٹ میں ایک خاص چپ انسٹال کر رہے تھے، جس کی بدولت اب وہ روبوٹ ایک انسان سے زیادہ مضبوط اور شاطر ہو گیا ہے، لیکن بد قسمتی سے چپ لگنے کے فوراً بعد اس نے مسٹر ہاک اور میری باتیں سن لی تھیں جو ہم کال پر کر رہے تھے، جس میں انھوں نے اس کی صلاحیتوں کے بارے میں بتایا تھا۔ اسے یہ پتا چلنے کی دیر تھی، اس نے فوراً ہی مسٹر ہاک کو مار دیا۔“

”تو اب وہ روبوٹ کہاں ہے؟“ بیلا نے پریشانی سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

”لیبارٹری میں ایک ایٹمی میزائل کے پروجیکٹ پر کام چل رہا تھا اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ دو گھنٹے کے بعد وہ دنیا کے کسی بھی علاقے میں ایٹمی میزائل پھینک سکتا ہے اور اگر وہ ایسا کرنے میں کام یاب ہو گیا تو آدھی سے زیادہ دنیا ایک پل میں صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گی۔“

”اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟“ ہینری نے متجسس ہوتے ہوئے پوچھا۔

”تم دونوں کو اس روبوٹ کو ہیک کرنا ہوگا۔“ مسٹر ٹام نے مختصر جواب دیا۔

◆◆◆

مسٹر ٹام کے ساتھ ہینری اور بیلا مرسڈیز میں ریسرچ سینٹر کے پاس آ گئے تھے۔ رات کو پونے دس بج رہے تھے اور ریسرچ سینٹر کو چاروں اطراف سے رینجرز نے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ بلڈنگ میں ایٹمی ہتھیار اور دیگر بارود و میزائل ہونے کی وجہ سے وہ اس پر فائر تک نہیں کر سکتے تھے۔

”تم اس روبوٹ کو کتنی دیر میں ہیک کر سکو گی؟“ ہینری نے بیلا سے پوچھا۔

”اگر تم یہ چپ روبوٹ پر لگا دو گے تو دس سیکنڈ میں اس کا کنٹرول میرے ہاتھ میں ہوگا۔“ بیلا نے ایک چپ اس کی طرف بڑھائی۔

”تم یہ کر لو گے نا ہینری بیٹا؟“ مسٹر ٹام نے فکر مندی سے پوچھا۔

”آپ مجھ پر یقین رکھیں۔“ اس نے خود اعتمادی سے کہا۔ ”ائیر پوڈز کے ذریعے میرے ساتھ رابطے میں رہیں۔“ اس نے ایک ائیر پوڈ اپنے کان میں لگایا اور کار سے اتر کر بلڈنگ کی طرف بڑھنے لگا۔

◆◆◆

ہینری آہستہ آہستہ چلتے ہوئے روبوٹ کے کمرے تک پہنچ گیا تھا۔ وہ روبوٹ کمرے میں موجود سپر کمپیوٹر پر میزائل کو آپریٹ کر رہا تھا۔ ہینری نے محتاط انداز میں دروازہ کھولا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے اپنی سانس روک لی تھی، جیسے ہی اس نے چپ روبوٹ کی کمر پر لگائی۔ روبوٹ نے پلک جھپکتے ہی منہ پیچھے کر لیا۔ ہینری نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ دوڑ لگا دی۔ وہ بھاری بھرکم ربوٹ لیزر روشنی سے اس پر حملے کرتے ہوئے تیزی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ ہینری نے لیزر روشنی سے بچنے کے لیے دوسرے فلور کی کھڑکی سے نیچے چھلانگ لگا دی اور اُدھر دس سیکنڈ مکمل ہوتے ہی ربوٹ ایک دم ساکن ہو گیا۔

◆◆◆

مسٹر ٹام، ہینری اور بیلا باغیچے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ مسٹر ٹام کے ہاتھ میں نیویارک ٹائم اخبار بھی تھا۔

”ویسے اس واقعے نے ہمیں بہت بڑا سبق سکھایا ہے کہ انسان خدا کی عظیم تخلیق ہے۔ اگر انسان اس جیسا کچھ بنانے کا سوچتا ہے تو اس کا نتیجہ کس قدر بھیانک اور خوف ناک ہوگا، یہ ساری دنیا دیکھ چکی ہے۔“ مسٹر ٹام نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

”بالکل ایسا ہی ہے۔“ ان دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

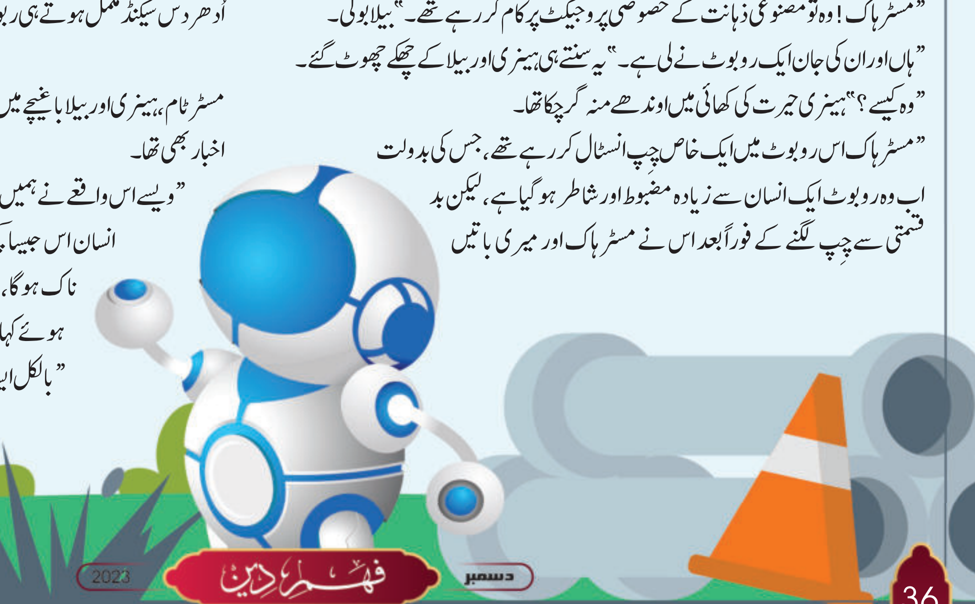

خیرو بابا کی رضائی

سمیرا انور

"منکی! کہاں ہو تم؟ جلدی سے نیچے آؤ، ایک مزے دار ترکیب بتانی ہے۔" بن مانس کی آواز سن کر منکی تیزی سے درخت سے اترا۔ کچھ ہی دیر میں دونوں سر جوڑے باتوں میں مصروف ہوگئے۔

"ہمیں ہر حال میں خیرو بابا کو سبق سکھانا ہے۔" منکی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارتے ہوئے کہا۔

"ہاں، بالکل! ایسا ہی ہوگا۔ خیرو میاں اب تم اپنی خیر مناؤ۔" بن مانس یہ کہہ کر ہنسنے لگا۔

دراصل جنگل میں ایک بوڑھا خیرو نامی خرگوش رہتا تھا جو بہت دانا تھا۔ جنگل میں سب اسے خیرو بابا کے نام سے پکارتے تھے۔ خیرو بابا چھوٹے بڑے سبھی جانوروں کو برے کاموں سے روکتے اور انھیں اچھی باتوں کی نصیحت کرتے تھے۔ گزشتہ روز منکی اور بن مانس نے اسکول کی طرف جاتے ننھے بھالو کو اتنا ڈرایا کہ وہ بے چارا گندے پانی میں گر گیا اور اس کے کپڑے خراب ہوگئے۔ خیرو نے بن مانس اور منکی کے امی، ابو سے ان کی شکایت لگائی جس پر دونوں کو ڈانٹ پڑی اور ان کے امی، ابو نے ان کا جیب خرچ بند کر دیا۔ منکی اور بن مانس کو خیرو بابا پر بہت غصہ تھا، وہ ان سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انھیں ایک ترکیب سوجھی جس پر انھوں نے آج رات عمل کرنے کا سوچ لیا۔

"تم رات کو دس بجے خیرو بابا کے گھر کے قریب شہتوت کے نیچے آجانا میں وہیں موجود ہوں گا۔" بن مانس نے منکی کو ساری بات سمجھاتے ہوئے کہا۔

خیرو بابا کھانے کے بعد چائے پی رہے تھے کہ اچانک انھیں سرگوشیاں سنائی دیں۔ ان کے دماغ نے خطرے کا الارم بجایا تو وہ جلدی سے اٹھے اور الماری سے اپنی رضائی نکالی۔ یہ وہی رضائی تھی جسے وہ کچھ دن پہلے کسی کو دینے کا سوچ رہے تھے کیوں کہ ان کا کمرا تو ویسے ہی بہت گرم تھا اور رضائی نے بہت جگہ گھیر رکھی تھی، جس کی وجہ سے ان کا خیال تھا کہ رضائی کسی کو دے دی جائے۔ منکی اور بن مانس ان کا باہر کا دروازہ پھلانگ کر کمرے میں گھس آئے۔ انھوں نے چاروں طرف نظر دوڑائی، لیکن خیرو بابا انھیں دکھائی نہ دیے۔

"یہ خیرو بابا ہیں کہاں؟" منکی نے سرگوشی کی۔ ان کا منصوبہ تھا کہ وہ انھیں نہ صرف دھمکیاں دیں گے، بل کہ خوب ڈرائیں گے۔ اچانک انھیں الماری کے پیچھے سے سرکتی ہوئی رضائی دکھائی دی، وہ ابھی آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ رضائی ان کی طرف بڑھنے لگی۔ گھبراہٹ کے مارے ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ ڈر کے مارے ایک دوسرے کے پیچھے ہونے لگے۔ مگر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، کیوں کہ رضائی کی سمت اسی طرف ہو جاتی، جس طرف ان کا رخ ہوتا۔

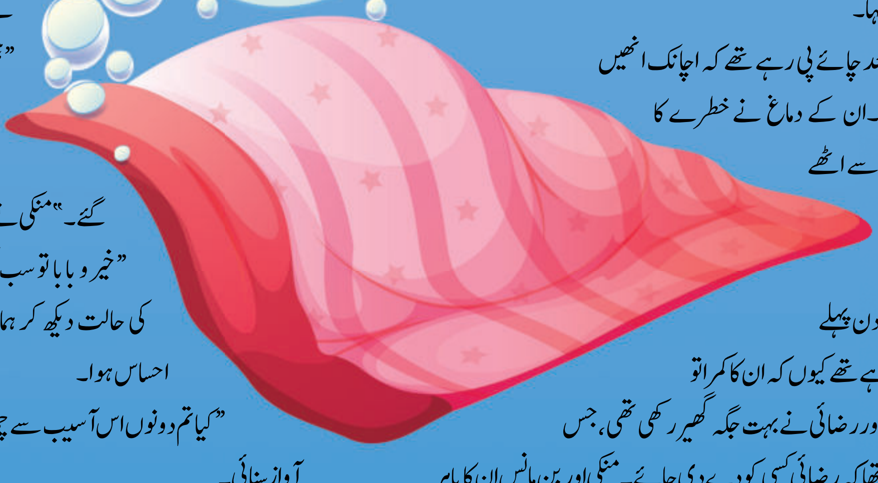

"منکی! مجھے تو لگتا ہے کہ خیرو بابا کے گھر میں کسی آسیب کا بسیرا ہے۔" بن مانس کی بات سن کر منکی چیختے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ بھلا کبھی کسی سے سنا ہے کہ رضائی خود بخود چلنا شروع ہوجائے۔" منکی کی آواز کانپ رہی تھی۔

"یہ آسیب ہی ہے جسے ہمارے یہاں آنے کا پہلے سے علم تھا، مگر اب یہاں سے نکلیں کیسے؟" بن مانس نے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"میں کمرے کا دروازہ کھولتا ہوں اور تم تیزی سے میرے پیچھے بھاگنا۔" بن مانس کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ رضائی دروازے کے پاس پہنچ گئی۔ یہ دیکھ کر بن مانس کی بھی چیخیں نکل گئیں۔

"اب کیا ہوگا بن مانس؟ ہم تو یہاں پھنس گئے ہیں۔" منکی نے روتے ہوئے کہا۔

"اب تو امی، ابو بھی پریشان ہو رہے ہوں گے اور ہماری تلاش میں نکل آئے ہوں گے۔" بن مانس نے پریشانی سے کہا۔ وہ دونوں ایک کونے میں بیٹھ گئے اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔

"ہوسکتا ہے کہ خیرو بابا بھی واپس آجائیں اور ہماری جان اس آسیب سے چھوٹ جائے۔" منکی کی بات سن کر بن مانس نے سر ہلایا۔

"ہمیں اپنی غلطی کی اللہ سے معافی مانگنی چاہیے۔ یہ ہماری سزا ہے کہ ہم خیرو بابا سے بغیر کسی وجہ کے بدلہ لینے پہنچ گئے۔" منکی نے کہا۔

"خیرو بابا تو سب کی بھلائی ہی چاہتے ہیں، انھوں نے بھالو کی حالت دیکھ کر ہماری شکایت لگائی تھی۔" بن مانس کو بھی احساس ہوا۔

"کیا تم دونوں اس آسیب سے چھٹکارا چاہتے ہو؟" اچانک انھیں خیرو بابا کی آواز سنائی۔

"آپ کہاں ہیں خیرو بابا؟ ہمیں معاف کردیں اور یہاں سے نکالیں۔" دونوں یک زبان ہو کر بولے۔ یہ دیکھ کر دونوں کی آنکھیں شرمندگی کے مارے جھک گئیں کیوں کہ رضائی میں کوئی آسیب نہیں تھا، بل کہ خیرو بابا ہی تھے۔

"جب کسی سے بدلہ لینا ہو تو خود کو بہادر بھی بناتے ہیں۔ تم نے ایک بار بھی رضائی کے قریب آنے کی کوشش نہیں کی۔" انھوں نے ہنستے ہوئے کہا۔ خیرو بابا سے معافی ملتے ہی دونوں اپنے گھروں کو بھاگے۔

"کبھی کبھار ایسی چیزیں بھی کام آجاتی ہیں جنھیں اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔ آج یہ رضائی میرے بڑے کام آئی ہے، اب اسے سنبھال کر رکھوں گا۔" خیرو بابا نے رضائی لپیٹتے ہوئے سوچا۔

عظیم جرنیل

بنتِ تاجور

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن 9 ہجری میں اپنی قوم یا قبیلہ کے ایک وفد کے ساتھ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ بات چیت کے بعد اسلام قبول کر لیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مثنیٰ بن حارثہ بن سلمہ ہے، چوں کہ آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ شیبان سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی نسبت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ شیبانی لکھا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت ذہین و ہوشیار، نڈر اور بہادر، پاکیزہ نفس (فطری نیک) اور ذی رائے (بہترین رائے یا تجویز دینے والا) تھے۔ خلیفہ اوّل سید ناصدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دنوں میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق کی مہم پر بھیجا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کو اہلِ فارس سے جہاد کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ اہلِ فارس کے خلاف جہاد میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی ایسی قربانیاں دیں اور ایسی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھائیں کہ جن کا کوئی اور تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی للہ تعالیٰ عنہ ان جلیل القدر کمانڈروں میں سے ایک ہیں، جنہوں نے اپنی ذہانت اور شجاعت کے زور پر ایرانی سلطنت کے حدود میں کئی جہاد کیے اور اپنے ایمانی جوش وجذبے سے کسریٰ (شاہانِ ایران) کی کمر توڑ دی۔

پیارے بچو! دراصل ایران کی فتوحات کا تذکرہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرے کے بغیر شروع ہی نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ سب سے پہلے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی خلیفۂ اوّل سید نا حضرت ابو بکرؓ صدیق کی توجہ ایران کی طرف مبذول کی۔

چوں کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا اور ان کے دینِ اسلام میں داخل ہونے کے چند ہی دنوں کے بعد پیارے نبی ﷺ دنیائے فانی سے تشریف لے گئے اور یوں رسالت کا بابرکت زمانہ ختم ہو گیا۔ اس لیے اس دور کا کوئی واقعہ ذکر کے قابل نہیں ہے، البتہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارناموں کا آغاز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت سے ہوتا ہے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ اُن قبائل میں تھا جو مدّتوں سے ایران کے شاہوں کے مظالم کا سخت نشانہ بنتے چلے آرہے تھے۔ ان کے ظلم وزیادتی کا شکار تھے۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق رضی للہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب ایران میں سیاسی انقلابات ہوئے اور ایک عورت بوران وخت تختِ شاہی پر بیٹھی اور ایرانیوں کی قوت کم زور پڑی تو ان قبائل کو جنھیں ایرانی حکومت عرصہ سے ظلم وزیادتی کا نشانہ بناتی چلی آرہی تھی، ایرانیوں سے بدلہ لینے کا موقع ملا۔ ایسے نادر موقع سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو بذاتِ خود ایرانی مظالم کا شکار رہے تھے) نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط بھجوایا، جس میں سلطنت ایران کی تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے یہ لکھا گیا تھا کہ اس وقت ایران کی حالت نہایت ابتر ہے، اندرونی انقلابات کی وجہ سے ایرانیوں میں مدافعت یا لڑنے کی قوت نہیں ہے، اس سے بہتر فوج کشی کا موقع نہیں مل سکتا۔ یہ اطلاع بھیجنے کے بعد حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی مدینہ جا پہنچے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت ہو تو میں اپنے قبیلہ شیبان کو لے کر ایرانیوں کے مقابلہ میں نکلوں، اپنی ہمت کے لیے تنہا میں کافی ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبۂ جہاد اور مستعدی دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت تو لے لی، مگر سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ ان کے قبیلہ شیبان کی بڑی تعداد ابھی اسلام سے ناآشنا تھی۔

اور بچو! وہ لوگ ایران کے بادشاہ کسریٰ کے مظالم سے تنگ بھی تھے۔ سو حضرت مثنیٰ ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے تو دین کی دعوت و تبلیغ کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔

قبیلہ کو مسلمان بنانے کے بعد اسے ساتھ لے کر ایرانیوں کے مقابلہ میں نکلے، لیکن اتنی بڑی مہم سر کرنا تنہا ان کے بس میں نہ تھا، اس لیے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوجیں دے کر حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کے لیے روانہ کیا اور ساتھ ہی حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں اس کام کو کرو، خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق پہنچ کر مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت تک خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ راست رہے۔

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایرانیوں کے قومی خصائص اور محاذِ جنگ کے نقشوں سے اچھی طرح واقف تھے، اس لیے عجم کی فتوحات میں ان سے بڑی قیمتی مدد ملی اور وہ شروع سے آخر تک قریب قریب ہر معرکہ میں پیش پیش رہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقاعدہ چھاپہ مار جنگی کارروائیوں کے ذریعے ایران کی فوج کی ناک میں دم کر کے رکھ دیا، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرؓ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر تمام حالات کا تذکرہ کیا۔ حضرت سید نا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام حالات سننے کے بعد سیف اللہ یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایران کی جانب بھیج دیا اور وہیں سے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سپہ سالارِ اعلیٰ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں سلطنتِ ایران کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی اور وہاں کی عوام کو شاہِ کسریٰ کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد اکثر معرکوں اور جنگوں میں پیش پیش رہے، خاص طور پر اہلِ فارس کے خلاف جہاد میں آپ رضی اللہ عنہ نے لازوال داستان رقم کی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 14ھ میں قس الناطف کی جنگ میں زخمی ہوئے اور جنگ قادسیہ سے پہلے شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کا دین پھیلاتے رہے۔ جب اُن کی عمرِ مبارک ایک سو پچیس سال ہوئی تو انھیں ضعیفی اور کم زوری محسوس ہونے لگی۔ ایک دن حضرت عزرائیل نے کہا کہ پروردگار نے فرمایا ہے: ”میرے خلیل (دوست) سے دریافت کرو کہ کسی دوست نے اپنے دوست کی ملاقات سے انکار کیا ہے؟“ یہ بات سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ”حکمِ الٰہی بجالاؤ۔“ اور یوں حضرت عزرائیل نے آپ کی روح مبارک قبض کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے بہت پیارے نبی ہیں۔ جب آپ کے بال سفید ہوئے تو آپ نے عرض کیا: ”یاالٰہی! میرے بالوں کو یہ کیا ہوا؟“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے ابراہیم! یہ وقار ہے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت صفائی پسند تھے۔ نجاست سے پاک رہتے، ناخن کترتے۔ بال کٹواتے، غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہنتے، بالوں میں حنا لگاتے، عصا ان کے ہاتھ میں ہوتا وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کو رومیوں نے قید کر لیا، آپ نے رومیوں سے جہاد کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت سخی تھے۔ مہمان نواز تھے، انھوں نے اپنے مکان کے چار دروازے بنوائے تھے، تاکہ اُن کے گھر مہمان چاروں طرف سے آئیں۔ جب کبھی کوئی مہمان نہ آتا تو آپ اپنے مکان کے چاروں طرف ایک ایک کوس دور نکل جاتے، مہمانوں کو تلاش کر کے گھر لاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کئی لنگر خانے بنوائے، آپ کا دستر خوان بہت وسیع تھا اور یہ دستر خوان علاقے

اجنبی بوڑھا

ڈاکٹر الماس روحی

میں مقبول تھا۔ ثرید سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور شیر مال بھی پکایا۔ آپ لذیذ کھانوں کے بانی تھے۔ بے شمار لوگ آتے اور آپ کے در سے کھانا کھا کر جاتے۔ اللہ نے آپ علیہ السلام کو خوب برکت عطا کی تھی۔ مصافحہ کرتے، مرد سے مرد معانقہ کرتے ہیں، یہ دوستی اور خیر سگالی کی علامت ہے۔ یہ اندازِ ملاقات بھی سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کو اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے رہتے تھے۔

ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المقدس کے جنگلات میں سیر کر رہے تھے اور اپنے ہم راہ مویشی لائے تھے۔ ان مویشیوں کے لیے ایک چراگاہ کی تلاش تھی۔ اچانک جنگل کے ایک طرف سے انھیں ایک غم گین آواز سنائی دی۔ ”اے میرے پروردگار! تو مالک ہے تو خالق ہے۔ میں تیرا ناتواں، کم زور اور ایک ادنیٰ بندہ ہوں۔ اے رب کریم! ہم تیرے محتاج ہیں تو ہی میرے غموں، دکھوں کا مداوا ہے۔ مجھ بے بس پر یہ امتحان تری آزمائش ہے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آواز کی سمت گئے تو دیکھا کہ ایک اجنبی بوڑھا آدمی لمبے قد والا کھڑا ہے، جس کے جسم پر بال ہی بال ہیں اور وہ رو رہا ہے، خدا کو یاد کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ ”تیرا خدا کون ہے؟“ اس نے کہا: ”میرا خدا آسمان میں ہے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ ”زمین میں بھی وہی ہے یا دوسرا ہے؟“ وہ بولا: ”دوسرا وہی ہے، اس کے سوا عبادت کے دوسرا کوئی اور نہیں۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا کی وحدانیت کے بارے میں اس کی طرف سے تسلی ہو گئی۔ آپ علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ ”تیرا قبلہ کہاں ہے؟“ تو اس نیک اجنبی بوڑھے نے جواب دیا کہ ”میرا قبلہ کعبہ ہے۔“ آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ ”تو کہاں سے کھاتا ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ ”جب درختوں کے پھل پکتے ہیں تو انھیں کھاتا ہوں۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس اجنبی بوڑھے سے پوچھا: ”تیرا اہل وعیال، خدمت گار کوئی ہے؟“ وہ نیک اجنبی بولا: ”نہیں، میرا کوئی نہیں ہے سوائے اللہ کے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے پوچھا: ”تیرا گھر کہاں ہے؟ تو کہاں رہتا ہے؟“ اس نیک انسان نے جواب دیا: ”گرمیوں میں جنگل میں رہتا ہوں اور جاڑا آتا ہے تو ایک غار میں چلا جاتا ہوں۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ”چل وہ غار مجھے دکھا، جہاں تو رہتا ہے۔ میں تیرا قبلہ دیکھوں گا۔“ اس نیک اجنبی نے جواب دیا کہ ”اُدھر بہت گہرا چشمہ ہے، کوئی بھی آدمی وہاں سے گزر نہیں سکتا۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حیرت سے اسے دیکھا اور پوچھا: ”تو کیسی طرح ادھر سے گزر جاتا ہے؟“ اس نیک اجنبی نے بتایا کہ ”وہ پانی میرا فرماں بردار ہو گیا ہے۔ میرے صرف پاؤں کے تلوے گیلے ہوتے ہیں۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: ”جس ذات نے پانی کو تیرے لیے مسخر کیا، وہ ذات میرے لیے بھی مسخر کر دے گی۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بوڑھے اجنبی کے ساتھ چلتے ہوئے فرمایا۔ دونوں نے اس پانی کے چشمے کو عبور کر لیا۔ اجنبی بوڑھا حیران ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غار میں اس بوڑھے کی مسجد دیکھی تو اس کا قبلہ درست تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شخص سے پوچھا کہ ”کون سا دن سب دنوں میں حساب کتاب کا دن ہے۔“ اجنبی بوڑھے نے جواب دیا: ”حساب کتاب کا سب سے بڑا دن یومِ محشر ہوگا، جب انسان گریہ وزاری کریں گے، ان کے اعمال تولے جائیں گے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ”اے نیک بخت! تو میرے لیے دعا کر خدا اس دن کے ہولناکی اور سختی سے مجھے بھی امان دے۔“ اجنبی بوڑھے نے مایوسی سے کہا: ”میں تین سال سے ایک دعا کر رہا ہوں، آج تک نہیں قبول ہوئی، میں کیا تیرے لیے دعا کروں۔“ حضرت ابرایم علیہ السلام نے اجنبی بوڑھے سے پوچھا: ”کیسی دعا ہے جو قبول نہیں ہوئی؟“ اس نے جواب دیا: ”جہاں پر آپ سے ملاقات ہوئی، ایک دن میں وہاں کھڑا تھا۔ میں نے ایک جوان شخص کو دیکھا وہ مویشی چرا رہا تھا۔ مویشی خوب صورت، صحت مند تھے۔ میں نے پوچھا یہ مویشی کس کے ہیں اور تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا: یہ مویشی خلیل اللہ (اللہ کے دوست) کے ہیں اور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر سے آیا ہوں۔ اس دن سے میری ایک دعا ہے، خدا مجھے اپنے خلیل اپنے دوست سے ملا دے، آج تک یہ دعا منظور نہیں ہوئی۔“ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”نہیں، آج تو یہ دعا منظور ہو گئی، میں ہی ابراہیم (علیہ السلام) ہوں۔“ آپ علیہ السلام نے اس شخص سے مصافحہ کیا اور پھر معانقہ کیا۔ وہ اجنبی بوڑھا اللہ کے دوست کو دیکھ کر اور اپنی دعایوں قبول ہونے پر رو دیا۔

فرہنگ: الفاظ/معنی

عصا: لاٹھی	ضعیفی: بزرگی	نجاست: گندگی سخی: فیاض
غسل: نہانا	کوس: فاصلہ وسیع	بڑا حنا: مہندی
در: دروازہ	مقبول: مشہور	مصافحہ: ہاتھ ملانا
معانقہ: گلے ملنا	اہل وعیال: گھر والے	خدمت گار: نوکر
گریہ زاری: رونا دھونا	ہولناکی: تباہی	

بچوں کے فن پارے

الیشبہ شیخ مشیر چہارم آورنگ آباد مہاراشٹر

انعمت خان ، پنجم ، 10 سال ، کراچی

فبھا 4 کلاس 11 سال

عبدالاحد ،خان زئی ،7 سال ، کراچی

انعم احتشام 13 سال گجرات

آمنہ آصف 11 سال لاہور

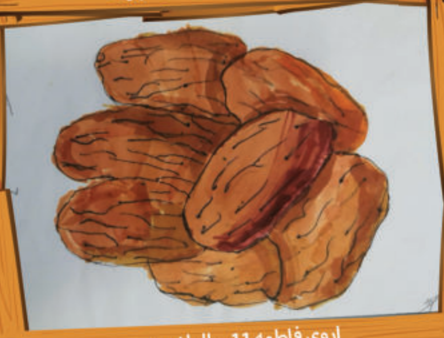

اروی فاطمہ 11 سال لاہور

حوریہ فاطمہ 12 سال اسپین

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ اسلام آباد سے **ماریہ سیف اللہ** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

ماہنامہ فہم دین دسمبر2023ء کے سوالات

سوال 1: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے اخلاق کے بارے میں کیا فرمایا؟

سوال 2: سومنیہ کہاں رہتی تھی؟

سوال 3: قومِ عاد کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے کس پیغمبر کو بھیجا؟

سوال 4: دائرہ نما کسے کہتے ہیں؟

سوال 5: روئے زمین پر بننے والی پہلی اور دوسری مسجد کا نام بتائیں؟

پیارے بچو!!!

دیگر نعمتوں کی طرح موسم بھی اللہ تعالی کی عطا کردہ ایک نعمت ہے۔ ہمارے پیارے وطن میں موسم سرما کا آغاز ہے۔ جہاں یہ موسم اپنے ساتھ مزے دار پکوان، خشک میوہ جات، رنگا رنگ سبزیاں اور رسیلے پھل لے کر آتا ہے وہیں ٹھنڈ کی وجہ سے کئی بیماریاں بھی ہماری جانب بڑھتی ہیں جیسے نزلہ، زکام، کھانسی اور بخار وغیرہ۔

اس موسم میں ان تمام بیماریوں سے بچ کر ہم صحت مند رہ سکتے ہیں اگر ہم کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کرلیں جیسے صاف ستھرا رہنا، بعض بچے سردی کی وجہ سے نہانے اور منہ ہاتھ دھونے سے جان بچاتے ہیں۔

پیارے بچو!! نیم گرم پانی سے ہفتے میں کم از کم ایک بار ضرور غسل کرلیں۔ منہ ہاتھ دھونے سے جان نہ بچائیں اور دانتوں کی صفائی کا بھی خوب خیال رکھیں۔

گرم کپڑے پہنیں۔ ٹوپی، مفلر جراب اور بوٹ پہن کر رکھیں۔ سردیوں میں پیاس نہیں لگتی تو بچے پانی بھی نہیں پیتے، ایسا نہ کریں روزانہ کم از کم آٹھ گلاس پانی ضرور پیئیں۔ جنک فوڈ کا استعمال ہرگز نہ کریں گھر میں امی دال پکائیں یا سبزی، گوشت پکائیں یا چاول سب شوق سے کھائیں۔ دن کا کچھ وقت کسی کھیل کود جیسے دوڑنا، سائیکل چلانا یا رسی کودنا وغیرہ پر صرف کریں۔ موبائل یا وڈیو گیمز سے جان چھڑائیں۔

رات کو جلدی سوئیں صبح جلدی اٹھیں۔

ان شاءاللہ ان تمام باتوں پر عمل کرنے سے آپ صحت مند، طاقتور اور بہادر بنیں گے۔

تو کیا خیال ہے یہ سردیاں کھوں کھوں کھانسی کرتے گزارنی ہیں یا صحت مند رہتے ہوئے اس خوبصورت موسم اور اس میں ملنے والی ان گنت نعمتوں کا لطف اٹھانا ہے۔

نومبر2023ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1: محفوظ سفر

جواب 2: ہل چل، پریشانی

جواب 3: حضرت ہود علیہ السلام

جواب 4: حد سے بڑھی ہوئی خواہشات

جواب 5: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

نومبر2023ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر گجرات سے
خدیجہ نواز
کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

سنیے!!!!

یہ سوالات نومبر کے شمارے سے لیے گئے۔ جوابات کی آخری تاریخ 15 دسمبر ہے

جوابات کے لیے وٹس ایپ نمبر نوٹ کرلیں

03351135011

میں فلسطین ہوں

ساجدہ بتول

غم کی تجھ سے میں اپنی کہانی کہوں
اپنا دُکھ آج اپنی زبانی کہوں
ساری امّت کی یہ بے دھیانی کہوں
مجھ کو تیری ملے نگہبانی کہوں

میں بھی اسلام ہوں، میں بھی تو دین ہوں
خوں میں ڈوبا ہوا میں فلسطین ہوں

اب تو میں ساری دنیا سے مظلوم ہوں
دُکھ کی ہوں داستاں کہ میں محکوم ہوں
صبح کو نیست ہوں، شامِ معدوم ہوں
ہر مسلمان کو پھر بھی معلوم ہوں

خوں میں ڈوبا ہوا میں فلسطین ہوں

ہیں جواں میرے لاشے اٹھاتے ہوئے
اجڑا خطہ ہوں میں، ٹوٹا آئین ہوں
بھوک سے لوگ ہیں گڑگڑاتے ہوئے
صبر پیتے ہوئے، خوف کھاتے ہوئے
زخم سہتے ہوئے، موت پاتے ہوئے
چالِ خطرہ ہوں میں، حالِ سنگین ہوں

خوں میں ڈوبا ہوا میں فلسطین ہوں

مجھ پہ ہر دم ہیں گولے یہ چلتے ہوئے
چھوٹے چھوٹے بھی بچے ہیں جلتے ہوئے
کچھ جھلتے ہوئے، کچھ پگھلتے ہوئے
کچھ تڑپتے ہوئے، کچھ مچلتے ہوئے

منظرِ موت ہوں، آگ کا سین ہوں
خوں میں ڈوبا ہوا میں فلسطین ہوں

میرے رب تو ہی سن لے مری التجا
دے مرا ساتھ تو، میری نُصرت کو آ
میرے اُجڑے ہوئے حال پہ رحم کھا
بھیج ابابیل، مجھ کو تو خود ہی بچا

نالۂ درد ہوں، آہِ غمگین ہوں
خُوں میں ڈوبا ہوا میں فلسطین ہوں

تجھ سے یہ کہہ گئے تھے وہ میرے نبی
بعد کیا ہوگا اس کا جو ہے امّتی
ساتھ دینے کی پھر تو نے تھی بات کی
کہ نہ تنہا اسے میں تو چھوڑوں کبھی

میں وہی امّتی، سوزِ یٰسین ہوں
خُوں میں ڈوبا ہوا میں فلسطین ہوں

کڑا وقت ہے

جوہر عباد

امتِ مسلمہ پر کڑا وقت ہے
سر پہ باندھو کفن کہ پڑا وقت ہے

خود کو سمجھو سب ہی حالتِ جنگ میں
ہوش میں آؤ سر پہ کھڑا وقت ہے

جان لو دشمنوں کے فریب و مکر
ورنہ دیکھو کہ کیسے چڑھا وقت ہے

چھوڑ دو عیش و عشرت کی سرگرمیاں
رب کو راضی کرو کہ بگڑا وقت ہے

نہ کرو نقلِ اغیار یہ جان لو
آخری دور کا چڑھ چڑا وقت ہے

ڈھیل جتنی بھی دینی تھی دے کر انہیں
ظالموں کی طرف اب مڑا وقت ہے

کی جنہوں نے بھی دل بھر کے گستاخیاں
دراصل اب انہی سے لڑا وقت ہے

پڑھ لو نعرۂ تکبیر وقتِ جہاد
دین کے دشمنوں سے بِھڑا وقت ہے

جلد اللہ کی رسی کو سب تھام لو
یہ نہ سوچو ابھی تو بڑا وقت ہے

پائیں گے سب مجاہدین فتحِ مبین
سمجھو جنگ بدر سے جُڑا وقت ہے

آئے گی آسمانوں سے امدادِ غیب
کفر و شرک کے لیے اب تھوڑا وقت ہے

وہ جو مر کے بھی زندہ رہیں گے سدا
ان شہیدوں پہ بے شک فدا وقت ہے

دینِ حق پر جو رہے ہیں ثابت قدم
ایسے لوگوں سے جوہر ڈرا وقت ہے

امت مسلمہ پر کڑا وقت ہے
سر پہ باندھو کفن کہ پڑا وقت ہے

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

حمدِ باری تعالیٰ

وہ نیتوں میں چھپے خیر و شر کو تولتا ہے
قریب رہتا ہے سازِ نَفَس میں بولتا ہے
جمال ہم کو دکھاتا اُجلی صبحوں کا
وہی جو آنکھ کٹوری میں نیند گھولتا ہے
وہی جو شام کی دہلیز پر سویرے تک
چراغِ ماہ جلاتا، نجوم رولتا ہے
صبیحؔ ہم کو تجسس کی روشنی دے کر
وہ ہم پہ اپنی خُدائی کے بھید کھولتا ہے

صبیحؔ رحمانی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

لبیک کہہ کے بس اسی آواز پر چلو
منزل پکارتی ہے اِدھر سے اُدھر چلو
دل میں بسا کے عشقِ محمد ﷺ اگر چلو
طیبہ نظر کے سامنے ہوگا، جدھر چلو
جس جا ہے زیرِ گنبدِ خضرا چراغِ نور
ہے شام زندگی کی اسی جا سحر چلو
رُکنے لگے قدم تو کہا جذبِ عشق نے
وہ سامنے تو ہے درِ خیرُ البشر ﷺ چلو
ہیں اس گلی میں نقشِ کفِ پائے مصطفٰے ﷺ
نظروں سے ہر قدم پہ زمیں چوم کر چلو
دانوں پہ آنسوؤں کے پڑھو عمر بھر درود
انجمؔ نجات کا یہی سامان کر چلو

انجمؔ شادانی

غارِ ثور سے روانگی

مکہ مکرّمہ کی پل پل کی خبریں آپ ﷺ تک پہنچتی رہیں، دشمنوں نے تلاش کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگالیا۔ 3 دن کے بعد جب اُن کا جوش کچھ ٹھنڈا پڑ گیا تو یہ قافلہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو راستہ بتلانے کے لیے اُجرت پر لے لیا، وہ اگرچہ کافر تھا، مگر بااعتماد اور راستوں کو پہچاننے میں بہت ماہر تھا۔ راہ برِ ہجرت نے ساحل سمندر کے قریب والا راستہ اختیار کیا، عام طور پر مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے والے اس راستے سے کتراتے تھے، بہت سے اہلِ مکہ تو اس راستے سے واقف ہی نہ تھے، کیوں کہ یہ کافی طویل اور دشوار گزار راستہ تھا، اِکادُکا مسافر ہی ادھر سے جاتے تھے، تاہم! چوں کہ عام شاہراہ کے مقابلے میں محتاط راستہ تھا، اس لیے اس کا انتخاب ہوا۔ قافلۂ ہجرت تین اونٹوں پر مشتمل تھا، ایک اونٹ پر امام المہاجرین ﷺ سوار ہوئے، دوسرے اونٹ پر حضرت ابو بکر صدیق اور ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما تھے اور عبداللہ بن اریقط اپنے اونٹ پر بیٹھ کر راستہ دکھلانے کے لیے آگے آگے چلا۔

(ہجرت خیر البشر، عبدالمالک مجاہد، ص:117)

امن و آشتی کی بہترین مثال

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے، جس نے نہ صرف قلیل مدّت میں پوری دنیا کو اپنے آغوش میں لے لیا، بلکہ اس مختصر مدّت میں دنیا کے تین چوتھائی حصے پر اپنی حکومت بھی قائم کی۔ ڈیڑھ ہزار برس پر مشتمل اسلامی تاریخ نے امن و آشتی اور بین المذاہب رواداری کی ایسی مثالیں پیش کیں، جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ یہ اسلامی حکومت ہی تھی کہ جس نے ہندوستان کی سرزمین پر مسجدوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مندروں کے لیے بھی زمینیں پیش کیں، جس نے غیر مسلموں کو ان کی مذہبی روایات کو آزادانہ طور پر ادا کرنے کی اجازت دی، جس نے ان کے مذہبی تشخّص واقدار کو تحفّظ بخشا، مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے حقوق کی ادائیگی کا نہ صرف لحاظ برتا، بلکہ اس کا اہتمام بھی کیا، پھر تاریخ نے یہ منظر بھی دیکھا ہے کہ ایک مسلمان کے غیر مسلم پر ناحق مطالبے پر انصاف کرتے ہوئے قاضی وقت نے غیر مسلم کے حق میں فیصلہ سنایا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان، ڈاکٹر عادل خان صاحب، ج:1، ص:264

حضور ﷺ کی اخلاق میں بھی اتباع کریں

حضورِ اقدس ﷺ کی اتّباع صرف ظاہری اعمال کی حد تک محدود نہیں ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دایاں پاؤں پہلے داخل کر دیا اور نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے نکال دیا۔ بیشک یہ بھی بڑے اجر و ثواب کی سنّتیں ہیں، ان پر ضرور عمل کرنا چاہیے، لیکن اتّباعِ سنّت ان اعمال کے ساتھ محدود نہیں، اتّباعِ سنّت کا ایک لازمی حصہ یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور آپ ﷺ کے طریقہ کار کو اپنایا جائے۔ خاص طور پر اس وقت جب کوئی شخص دوسروں کے ساتھ معاملہ کرے تو وہ فاحش اور بذی نہ ہو اور بدکلامی نہ کرے اور طعنہ نہ دے۔

(اصلاحی خطبات، مفتی محمد تقی عثمانی، ج:11، ص:117)

مسکراہٹ

دل کا مضبوط قلعہ بھی تلوار کی طاقت سے فتح نہیں ہوتا، اس کے لیے بھی مسکراہٹ چاہیے۔ آپ کے خوش رہنے سے آپ کا دوسروں پر (Impression) تاثر اچھا پڑے گا اور آپ کے روابط وسیع ہوں گے۔ آپ کی مسکراہٹ آپ کی صحت کو بہتر بنانے کا موجب بنتی ہے۔ خوش باش انسان پریشان انسان سے لمبی عمر پاتا ہے۔ خوش لوگ دل کے مریض نہیں بنتے، کیوں کہ خوش لوگ تو دوسروں کے دل جیتنے کے فن کو پا چکے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مسکراہٹ کو صدقہ قرار دیا ہے۔ خوش رہنے سے آپ کے دل کی کدورت و نفرت ختم ہو جاتی ہے۔

(کام یابی کا پیغام، قاسم علی شاہ، ص:157)

غم کا سرمایہ

دولتِ غم کو بھی کم نہ سمجھو! غم کا سرمایہ خاص عنایت ہے۔ اس شخص پر بڑا کرم ہے، جس کی رات بیدار ہو جائے، جسے آہِ سحر گاہی میسّر ہو، غم زدہ دل کی دعا قوموں کی مصیبتیں ٹالتی ہے۔ پچھلے پہر شبِ تاریک کی گہرائیوں میں ٹپکنے والے آنسو ملتوں کے لیے چراغاں کرتے ہیں۔ غم ہی وہ طلسم ہے، جس سے عطارؔ، رومیؔ، رازیؔ، غزالیؔ اور اقبالؔ پیدا ہوتے ہیں۔ غم ذاتی ہو تو بھی اس کی تاثیر کائناتی ہوتی ہے۔ غم کم زور انسان کو کھا جاتا ہے اور طاقت ور آدمی کو بنا جاتا ہے۔

(کرن کرن سورج، واصف علی واصف، ص:72)

اشعار

جو گزاری نہ جا سکی ہم سے
ہم نے وہ زندگی گزاری ہے

جون ایلیا

اور اس سے پہلے کہ ثابت ہو جرم خاموشی
ہم اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں

سلیم کوثر

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ، غریبی میں نام پیدا کر

علامہ اقبال

کسی کی غلطی کو بے نقاب نہ کرو
خدا بیٹھا ہے تم حساب نہ کرو

وصی شاہ

کچھ تو ترے موسم ہی مجھے راس کم آئے
اور کچھ مری مٹی میں بغاوت بھی بہت تھی

پروین شاکر

یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے
لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں

غالب

آبادی بھی دیکھی ہے ویرانے بھی دیکھے ہیں
جو اجڑے اور پھر نہ بسے، دل وہ نرالی بستی ہے

فانی بدایوانی

ہر لفظ کے معانی و مطلب بدل چکے
ہر بات، اور بات ہوئی جا رہی ہے آج

فراق گورکھپوری

بہترین حکمت عملی

مثال کے طور پر کسی نے کچھ الفاظ کہہ دیے جو ہمیں ناگوار گزرے، ہم سوچتے ہیں ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔ رشتہ داروں میں کوئی جھگڑے کی بات ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک کی تھی، ہم دو کریں گے۔ ایسی صورتحال میں اللہ رب العزت ہمیں ہمارے مخالفین کے ساتھ کھلا چھوڑ دیتا ہے کہ تم جانو تمہارا کام جانے، اگر تم صبر کرتے تو تمہاری طرف سے بدلہ لینے والا میں ہوتا، اب چوں کہ تم نے خود قدم اٹھالیا، اس لیے میں تمہارا معاملہ تمہارے اوپر چھوڑ دیتا ہوں۔ اس لیے بہترین حکمتِ عملی یہ ہے کہ جب بھی کوئی ایسی بات انسان کو پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

(سکونِ قلب، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ص:145)

یکجہتی اور اتحاد کی علامت

BAITUSSALAM OLYMPIAD '23
CELEBRATING THE SPIRIT OF UNITY

رپورٹ: حفیظ اللہ

تقسیم انعامات کی تقریب میں گورنر پنجاب بلیغ الرحمٰن اور وفاقی شرعی عدالت کے جج جسٹس انور کی شرکت، بیت السلام کی خدمات کو سراہا

250 اسکولوں کے 2500 طلبہ نے اکیڈمک اور اسپورٹس کے 52 مقابلوں میں حصہ لیا
پوزیشن ہولڈر اور نمایاں کارکردگی والے طلبہ کو انعامات دیے گئے

بیت السلام اولمپیاڈ 2023ء کی انعامی تقریب اتوار 12 نومبر کو شام ساڑھے سات بجے معین خان اکیڈمی (ڈی ایچ اے) میں ہوئی، جہاں اکیڈمک اور اسپورٹس 52 مقابلوں میں پہلی دوسری تیسری پوزیشن اور بہترین کارکردگی والے دیگر متعدد طلبہ کو شیلڈ اور انعامات تقسیم کیے گئے۔ تقریب کے مہمان خصوصی گورنر پنجاب جناب بلیغ الرحمن تھے۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا مولانا عبدالستار کی قیادت میں بیت السلام ٹرسٹ مثالی ادارہ ہے اور مثالی کام کر رہا ہے۔ شریعہ کورٹ کے جج جسٹس انور نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا بیت السلام جو خدمات انجام دے رہا ہے وہ حکومت کے کرنے کے کام ہیں، حجم کے اعتبار سے بھی مقدار کے اعتبار سے بھی اور معیار کے اعتبار سے بھی، جسٹس انور کا کہنا تھا بیت السلام بلا کسی فیس یا بہت ہی معمولی فیس کے ساتھ بہت معیاری تعلیم بھی دے رہا ہے اور نئی نسل کی تربیت بھی کر رہا ہے ان کا کہنا تھا یہ میرے لیے ہمیشہ سعادت کی بات ہوتی ہے کہ میں بیت السلام کے پروگرام وغیرہ میں شرکت کرتا ہوں۔ بیت السلام اولمپیاڈ 2023ء مقابلے 2 سے 10 نومبر تک انٹیلکٹ اسکول میں منعقد ہوئے۔ اسپورٹس اور اکیڈمک 52 مقابلوں میں ڈھائی سو سے زیادہ تعلیمی اداروں کے تقریبا 2500 طلبہ نے حصہ لیا یاد رہے بیت السلام اولمپیاڈ مقابلے یک جہتی اور اتحاد کی مثال ہوتے ہیں، کسی بھی سیاسی، لسانی مسلکی تفریق سے بالاتر ہو کر طلبہ ان مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ ملک بھر میں اپنی نوعیت کا یہ منفرد ایونٹ مسلسل سات برس سے منعقد کیا جا رہا ہے۔

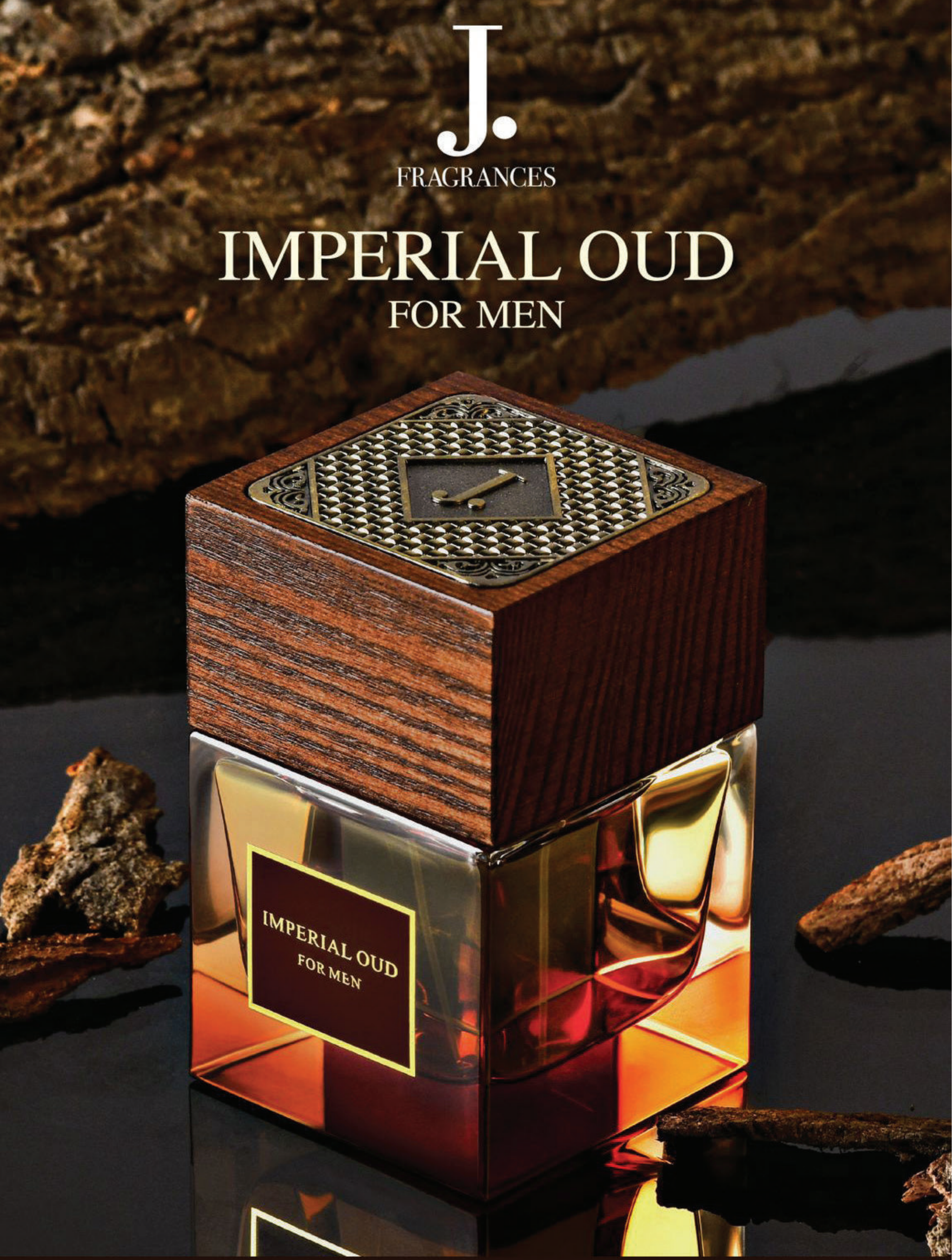

www.junaidjamshed.com J.Fragrances.Cosmetics J. Fragrances & Cosmetics J_Frag_Cos J.JunaidJamshed

کمبل کا عطیہ، سردی سے بچاؤ کا ذریعہ

BAITUSSALAM

فی کمبل
Rs.1,300/=

عالمی ادارہ
بیت السلام
ویلفیئر ٹرسٹ

(Sadaqah)

Meezan Bank	BankIslami
Baitussalam Welfare Trust 0127-0102749031 PK58MEZN0001270102749031	Baitussalam Welfare Trust (Sadaqah) 1024-1030906-0001 PK38BKIP0102410309060001

(Zakat)

Meezan Bank	BankIslami
Baitussalam Welfare Trust 0127-0101099706 PK06MEZN0001270101099706	Baitussalam Welfare Trust (Zakat) 1024-1030892-0001 PK45BKIP0102410308920001

donations@baitussalam.org

رقم ٹرانسفر کرانے والے حضرات بیت السلام کو بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ اطلاع ضرور کریں۔ سات دن کے اندر اطلاع نہیں کی تو ادارہ اس کو شرعی ضابطوں کے مطابق کسی بھی فلاحی کام میں استعمال کر سکتا ہے۔